سیرۃ طیبہ کی روشنی

پاکستان میں

اسلامی نظامِ احتساب

(خد و خال اور لائحہ عمل)

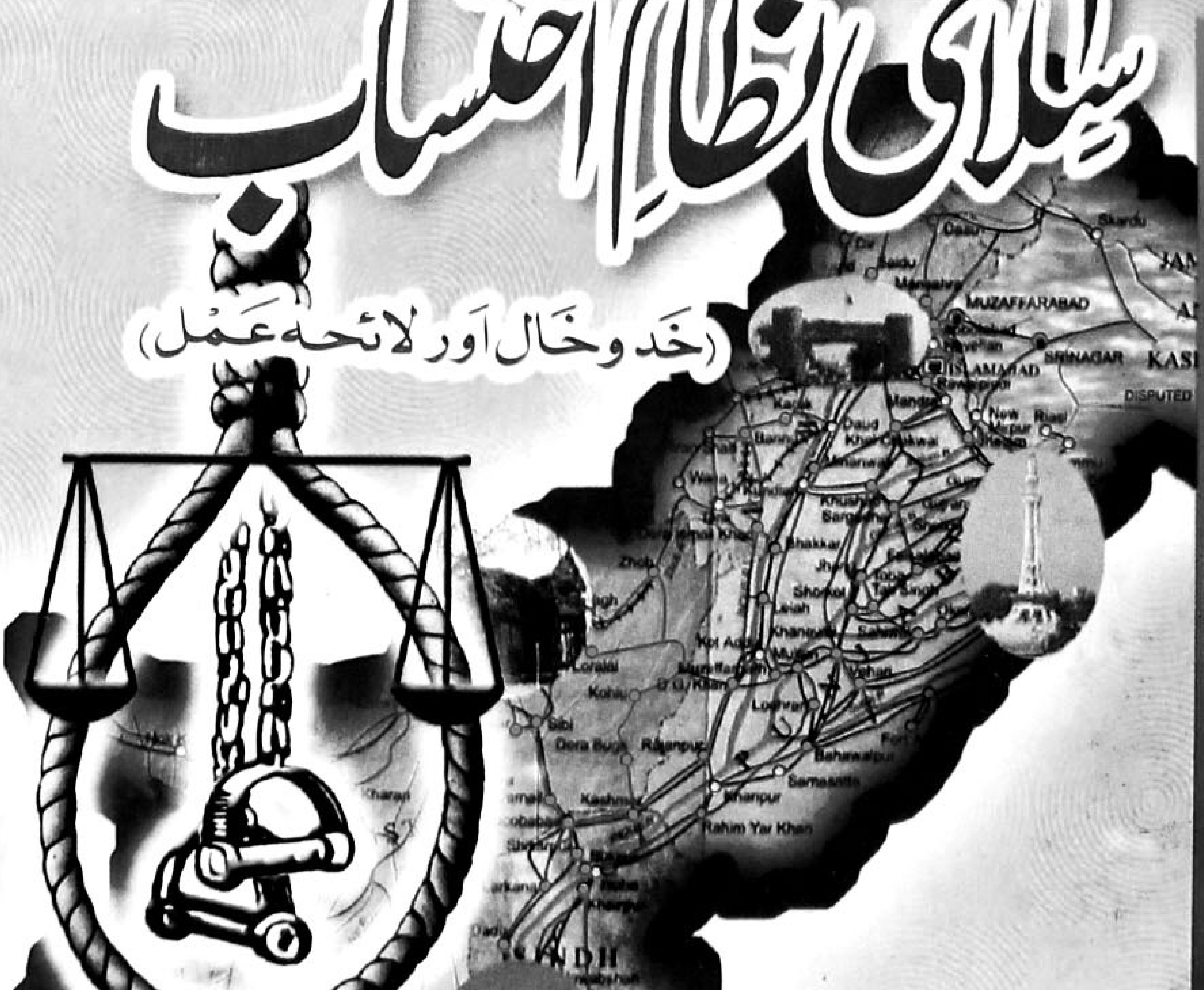
MUZAFFARABAD
ISLAMABAD
SRINAGAR
DISPUTED
Bahawalpur
Rahim Yar Khan
SINDH

پروفیسر شہباز احمد چشتی

سیرۃ طیبہ کی روشنی

پاکستان میں
اسلامی نظامِ احتساب

(خدوخال اور لائحہ عمل)

عہدِ نبوی کے نظامِ احتساب کی زرّیں مثالیں۔ خلفائے راشدین کے
قائم کردہ نظامِ احتساب کی روشنی میں جدید اسالیبِ احتساب کا جائزہ
اور پاکستان میں اسلامی نظامِ احتساب کا مکمل لائحہ عمل

پروفیسر شہباز احمد چشتی
ایم اے (سیاسیات) ایل ایل بی فاضل بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
6- مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون: 042-7248657 موبائل: 0300-9467047

زاویہ پبلشرز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

۲۰۰۳ء

باراوّل ـــــــــــــ ۱۰۰۰

ہدیہ ـــــــــــــ 70 روپے

○

زیرِ اہتمام

نجابت علی تارڑ

ملنے کے پتے

- زاویہ پبلشرز۔ ۶، مرکز الاویس۔ دربار مارکیٹ۔ لاہور ۰۳۰۰-۹۴۶۷۰۴۷
- مکتبہ جمالِ کرم۔ ۹، مرکز الاویس۔ دربار مارکیٹ۔ لاہور ۰۴۲-۷۲۲۴۹۴۸
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور ۰۴۲-۷۲۲۱۹۵۳
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ انفال سنٹر۔ اُردو بازار۔ کراچی ۰۲۱-۲۲۱۰۲۱۲
- احمد بک کارپوریشن۔ کمیٹی چوک۔ راولپنڈی ۰۵۱۵۵۵۸۳۲۰
- مکتبہ المجاہد۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ۔ بھیرہ شریف ۰۴۵۲۱-۶۹۱۷۶۳
- حق پبلی کیشنز۔ ۲۔ اے سید پلازہ چیٹرجی روڈ۔ اُردو بازار۔ لاہور ۰۴۲-۷۲۰۶۳۱
- مکتبہ مرتضویہ۔ بیربل شریف ضلع سرگودھا ۰۴۵۱-۷۹۹۵۹۲-Ex۲۲۸

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	انتساب	۱۱
۱	تقریظ	۱۲
۲	پیش لفظ	۱۳
۳	مقدمہ	۱۹
۴	مؤلف کے حالات زندگی	۲۸

باب نمبر-1

احتساب کے معانی اور تعریفات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۵	احتساب کا لغوی معنی	۴۲
۶	احتساب کا اصطلاحی مفہوم	
۷	امر و نہی کی تعریف	۴۳
۸	معروف کی تعریف	۴۴
۹	منکر کی تعریف	۴۴
۱۰	معروف عدل جبکہ منکر ظلم ہے	۴۵
۱۱	احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مجموعے کا نام ہے	۴۵
۱۲	احتساب کی فقہی تعریف	۴۶

باب نمبر-2

احتساب کی اقسام اور اس کا دائرۂ کار

۱۳ احتساب کی اقسام ۵۰

۱۴ احتساب عرفی کی تعریف ۵۰

۱۵ احتساب شرعی کی تعریف ۵۰

۱۶ احتساب کا دائرہ کار ۵۱

۱۷ احتساب کی بنیاد اور نفاذ ۵۳

باب نمبر-3

بعثت نبوی سے قبل عرب میں نظام عدل واحتساب

۱۸ بعثت نبوی سے قبل عرب میں نظام احتساب وعدل ۵۵

۱۹ مغربی مفکر کا رسالت مآب ﷺ کو مقتدرِ اعلیٰ اور قانون دان تسلیم کرنا ۵۶

۲۰ خطبۂ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا عالمی چارٹر ۵۷

باب نمبر-4

عہد نبوی میں بے لاگ احتساب کی عملی جھلکیاں

۲۱ قرآن مجید میں احتساب کا حکم ۶۰

۲۲ بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں ۶۰

۲۳ عہد نبوی میں احتساب کا طریقہ کار ۶۳

۲۴ عہد رسالت مآب ﷺ میں نظام احتساب ۶۴

۲۵ مغرب میں سربراہ ریاست کے احتساب کا تصور ۶۵

۲۶ عہد نبوی میں بے لاگ احتساب کی عملی جھلکیاں ۶۶

۲۷ ایک شبہ کا ازالہ ۶۷

۲۸ پیغمبر اسلام ﷺ کا خود کو قصاص کیلئے پیش کرنا ۶۸

۲۹ ایک پیارے غلام کے احتساب کی مثال ۷۰

باب نمبر-5

حکومتی اہلکار کی تعیناتی کیلئے اسلامی شرائط اور محتسب کیلئے شرائط و فرائض

۳۰ اسلام میں منصب کا مقصد ۷۳

۳۱ اسلام میں حکومتی اہلکار کی تعیناتی کی شرائط ۷۳

۳۲ محتسب کیلئے شرائط ۷۴

۳۳ محتسب کے فرائض ۷۵

۳۴ حقوق اللہ ۷۶

۳۵ حقوق العباد ۷۶

۳۶ جانوروں کے بارے میں احتساب ۷۷

باب نمبر-6

نظام احتساب عہد صدیقی و دور فاروقی میں

۳۷ دور خلافت راشدہ میں نظام احتساب ۸۰
۳۸ عہد صدیقی میں احتساب ۸۰
۳۹ عہد فاروقی میں احتساب ۸۲
۴۰ محتسب کا فرض ۸۳
۴۱ مالی بدعنوانی کی سزا ۸۴
۴۲ اشعار میں نسوانی حسن کی ممانعت ۸۵
۴۳ فوجیوں کی چھٹیوں کے بارے میں حکم ۸۵
۴۴ دور فاروقی میں بے لاگ احتساب کی سنہری مثالیں ۸۶
۴۵ امیرالمؤمنین احتساب کی عوامی عدالت میں ۸۷
۴۶ اپنا فیصلہ واپس لے لیا ۸۹
۴۷ درۂ فاروقی کا کمال ۹۰
۴۸ کھلی کچہری کا انعقاد ۹۱
۴۹ گورنر مصر بیٹے سمیت عدالت فاروقی کے کٹہرے میں ۹۲
۵۰ امیرالمؤمنین کا خود احتسابی کا عمل ۹۴
۵۱ فلاحی اسلامی ریاست کا عملی نمونہ ۹۵
۵۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انٹیلی جنس سسٹم اور احتساب سیل ۹۶

باب نمبر-7

بے لاگ احتساب عہد عثمانی و دور مرتضوی میں

۵۳ دور عثمانی میں احتساب ۹۸
۵۴ مظلوم کی دادرسی ۹۸
۵۵ گورنر کا مواخذہ ۹۹
۵۶ دو عاملین کی برطرفی ۹۹
۵۷ دور مرتضوی میں احتساب ۱۰۰
۵۸ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط علم سیاست کی بنیاد ۱۰۱
۵۹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گورنر کو شاہانہ زندگی گزارنے پر اسے ڈانٹنا ۱۰۲
۶۰ دور مرتضوی کے ججوں کی انصاف پروری اور دیانت داری ۱۰۳

باب نمبر-8

ادارۂ احتساب تاریخ کے آئینے میں

۶۱ ادارۂ احتساب تاریخ کے آئینے میں ۱۰۶
۶۲ مغرب میں محتسب کے ادارہ کی تاریخ ۱۰۸
۶۳ اہل مغرب کا غلط دعویٰ ۱۰۸
۶۴ غیر مسلم مستشرق کا اعتراف حقیقت ۱۱۰

باب نمبر-9

پاکستان میں احتسابی ادارے اوران کا کردار

۶۵ پاکستان میں عملی احتساب ۱۱۲

۶۶ وفاقی محتسب کا ادارہ ۱۱۲

۶۷ وزیراعظم کا معائنہ کمیشن ۱۱۲

۶۸ فیڈرل انٹی کرپشن کمیٹی ۱۱۳

۶۹ سپریم جوڈیشیل کونسل ۱۱۳

۷۰ پبلک اکاؤنٹ کمیشن ۱۱۳

۷۱ وزیراعلیٰ کی معائنہ ٹیم ۱۱۴

۷۲ یاستدانوں کا احتساب ۱۱۴

۷۳ آڈیٹر جنرل ۱۱۴

۷۴ سول سرونٹس ایکٹ ۱۱۴

۷۵ انسداد رشوت ستانی قواعد ۱۱۵

۷۶ سروسز ٹربیونل ۱۱۵

۷۷ نجی شعبے میں احتساب ۱۱۵

۷۸ ضلع و تحصیل کی سطح پر احتساب ۱۱۵

۷۹ فوجِ کی نگرانی ۱۱۶

۸۰ ایف۔آئی۔اے ۱۱۶

باب نمبر-10

پاکستان میں بے لاگ احتساب کا لائحہ عمل

۸۱ پاکستان میں بے لاگ احتساب کیلئے لائحہ عمل ۱۱۸

۸۲ احتساب کے مضبوط نظام کا قیام ۱۱۸

۸۳ اراکین اسمبلی اور سیاستدانوں کا احتساب ۱۱۹

۸۴ آزاد عدلیہ ۱۲۰

۸۵ پولیس کے نظام میں اصلاح ۱۲۱

۸۶ بے لگام بیوروکریسی کی اصلاح ۱۲۱

۸۷ اشیاء کی قیمتوں میں اعتدال اور ملاوٹ سے پاک اشیاء کی فراہمی ۱۲۲

۸۸ نظام ٹیکس میں اصلاح کی ضرورت ۱۲۳

۸۹ اخلاق باختہ فلم کلچر کا خاتمہ ۱۲۳

۹۰ نقشہ جات کی منظوری ۱۲۴

۹۱ امتحانی مراکز کی دیکھ بھال ۱۲۴

شہباز احمد چشتی

کی دیگر مطبوعہ کتب

(۱) دانائے راز ضیاء الامت (حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے حالات زندگی)

(۲) کامیاب زندگی کا اسلامی تصور (مختلف نظام ہائے حیات کی روشنی میں)

(۳) ضیاء الامت و تحفظ عقیدۂ ختم نبوت (پیر محمد کرم شاہ الازہری عقیدہ ختم نبوت کے لئے مسائی کا نچوڑ)

(۴) پاکستان دہلیز انقلاب پر (سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کا تجزیہ)

(۵) تصوف اور روح اسلام (تصوف کے خلاف فکری اعتراضات کے جوابات)

انتساب

☆ فیضان نبوت کے حامل اس انسان مرتضیٰ کے نام جس کے لب ہائے گوہر بار کھلتے تو الفاظ وحی کا مفہوم ادا کرتے۔

☆ اس پیکر جلال، رہبر کامل کے نام جس کے سائے کی پرچھائیاں دیکھ کر طاغوت اپنی ذُرّیت سمیت بھاگ کھڑا ہوتا۔

☆ اس عظیم جرنیل کے نام جس کے سامنے تاریخ کے نامور جرنیل پیڑ اعظم، فریڈرک اعظم، سکندر اعظم اور اکبر اعظم بونے نظر آتے ہیں۔ اور جس کو مائیکل ایچ ہارٹ جیسا نامور مستشرق، چارلی میگن اور جولیس سیزر سے بڑا مدبر فاتح اور رہنما ماننے پر مجبور نظر آتا ہے۔

☆ عشق رسول ﷺ میں سوختہ جاں اس محبّ صادق کے نام جس نے زندگی راہ محبوب پر فدا کر دی اور بعد از وصال جسے پہلوئے مصطفیٰ کریم ﷺ میں تا قیامت محو استراحت ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

میری مراد

رزم حق و باطل میں کوہ گراں اور حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم مطلوب رسول امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ھیں.

گر قبول افتد ہے عزّ و شرف

تقریظ

ہمارے فاضل دوست شہباز احمد چشتی ایک جدت طراز طبیعت اور خلاق ذہن کے مالک ہیں۔ ان کی افتاد طبع انہیں ہم دم سرگرم رکھتی ہے۔ اور ان کی اپج انہیں تحقیق و جستجو کے نئے نئے راستے دکھاتی رہتی ہے۔ روایت سے ایک گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ روح اسلام سے بھرپور واقفیت کی وجہ سے ورثہ سے ہر وابستگی ان کی طبیعت کو جمود کا شکار نہیں بنا سکتی اور یہ ہر دور اور ہر زمانے کے چیلنج کا بھرپور جواب دینے کے عزم سے سرشار ہیں۔

اسلام کے حوالے سے کسی معذرت کا شکار ہونے کی بجائے اسلام کو ایک جامع اور مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے پورے اعتماد اور یقین سے پیش کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ اس کی صلاحیت سے ہی بہرہ ور ہیں۔ زیر نظر موضوع ہر ان کی تحریر ایک انفرادیت کی حاصل ہے۔ دورِ نبوت ﷺ اور دور خلفاء راشدین کے فکر و عمل کے گہرے مطالعے کے بعد انہیں دور جدید کے کے اسالیب احتساب کا جائزہ بھی لیا ہے۔ موجودہ ماحول اور معاشرے کے لئے اسلامی مزاج کے حوالے سے زیاق بھی تجویز کیا ہے۔

ایک نوجوان اسکالر کا تحقیق کی ان وادیوں میں آبلہ پا ہونا اور ان ادق موضوعات کو موضوع بنانا ایک قابل تحسین عمل ہے۔ یقیناً حضرت ضیا الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازھری کہ جن کے بادہ علم و عرفان سے جناب شہباز احمد چشتی فیضیاب ہوئے ہیں، کی تعلیم و تربیت اور صحبت کے یہی اثرات ہونے چاہے۔ اللہ امین جزائے خیر عطا فرمائے۔

رضا الدین صدیقی

پیش لفظ

وفاقی وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان نے قومی اخبارات میں ایک اشتہار شائع کیا کہ ماہ ربیع الاول شریف کی مناسبت سے سیرت طیبہ کے موضوع پر تحریری مقالے وصول کئے جائیں گے۔ موضوع بے لاگ احتساب سیرۃ طیبہ کی روشنی میں رکھا گیا۔

جہاں دیگر اہل فکر و دانش نے اس موضوع پر قلم اٹھایا وہاں اس طفل مکتب نے بھی اپنے محبوب آقا ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے اس موضوع پر لکھنے کی جسارت کی۔ اس وقت اگرچہ صرف چند صفحات پر مقالہ لکھ کر وزارت مذہبی امور کو بھیج دیا گیا۔ اور بعدازاں روزنامہ جنگ راولپنڈی اور ماہنامہ منہاج القرآن لاہور میں بھی یہ مقالہ چھپا لیکن میرے دل میں یہ تمنا بدستور انگڑائیاں لیتی رہی۔ کہ اس مقالہ کو کتابی شکل دی جائے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مقالہ کی ترتیب و تدوین اور تالیف کے وقت مجھے اس موضوع پر اردو زبان میں سوائے ڈاکٹر ایس ایم ناز صاحب کی کتاب اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار اور جناب ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی کی کتاب اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام اور چند رسائل میں بکھرے ہوئے مضامین ہی مل سکے تاہم مقالہ کی تکمیل کے بعد اسے کتابی شکل دینے کا وقت آیا تو مجھے کئی اور کتب اور رسائل کھنگالنے پڑے۔

زیر نظر کتاب اسلام کا نظام احتساب میں، میں نے انتہائی اختصار کے ساتھ عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین کے نظام احتساب کی جھلک پیش کی ہے۔ اور اس کے علاوہ ادارہ احتساب کا تاریخی تسلسل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں احتسابی ادارے اور ان کے کردار پر تھوڑی سی روشنی ڈال کر ان اداروں کو مؤثر کرنے کے حوالے سے چند تجاویز دی ہیں۔

آج جبکہ عالمی سطح پر تہذیبوں کے ٹکراؤ (Clash of civilization)

کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے میرے نزدیک امن عامہ کے قیام، سیاسی ڈھانچے کی تجدید، نظام معاشرے و ثقافت کی اصلاح اور معاشی ہیئت کی تبدیلی کے لئے اسلامی نظام حیات کی ہر شعبے میں عصری تقاضوں کے مطابق تشکیل نو کی اشد ضرورت ہے۔ اور اسلام کے عقائد و تعلیمات کی جدید سائنسی و عقلی تعبیر و تشریح کا فریضہ سرانجام دے کر ہی دراصل دور حاضر کے چیلنجز کا جواب دیا جا سکتا ہے۔

اس طرح اسلام کے نظام احتساب کی بھی جدید ہیئت پر تشکیل وہ کارنامہ ہے جسے سرانجام دیئے بغیر حقیقی اسلامی فلاحی ریاست قائم کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اس موضوع پر متقدمین میں سے علامہ ابن خلدون، امام غزالی، امام الماوردی، قاضی ابو یعلی، ابن الاخوۃ امام عبدالرحمٰن شیرازی، ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہم کی کتابیں اور مضامین موجود ہیں جبکہ عصر حاضر میں ڈاکٹر محمود غازی، پروفیسر محمد المبارک، ڈاکٹر ایس ایم ناز، جناب ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، مولانا تقی امینی، جناب شہزاد شام، ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی اور سید محمد متین ہاشمی نے اپنی کتب اور مضامین میں اسلامی نظام احتساب کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

تحریک ضیاء الاسلام پاکستان کا تصنیف و تالیف کا ذیلی ادارہ، ضیاء الاسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ دراصل ایسی کتب کی اشاعت میں مصروف عمل ہے جو فکر اسلامی کی جدید تعبیر و تشریح تحریک اسلامی کے کارکنوں کی فکر کو جلا بخشنے، محمدی انقلاب کی جدوجہد کو تیز تر کرنے اور پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں معاون و مددگار بن سکیں۔

میری یہ تالیف بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ میں اگرچہ یہ کتاب دو سال قبل مکمل کر چکا تھا تاہم بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر اسے تاخیر سے زیور اشاعت سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

اللہ کریم کی بارگاہ صمدیت میں دعا ہے۔ کہ وہ ذات پاک اپنے محبوب نبی کریم رحمۃ اللعالمین ﷺ کا صدقہ اس کتاب کو بھی اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور اسے میری بخشش کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

خاک راطیبہ
شہباز احمد چشتی
شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ
اکتوبر 2003ء

احتساب

آسمان سے آ گیا آخر ہے نالوں کا جواب
ظالموں پر ہو گیا ، نازل خداوندی عتاب
مٹ گیا زور و تکبر چل بسا زور خطاب
وقت کے پردے پھٹے ، پھر ہو گئے وہ بے حجاب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

صرصر حرص و ہوا نے چاٹ کھایا تھا چمن
چمن گیا ذوق تغزل مٹ گئی فکر سخن
ہاں ریاض ذہن سے نوچے گئے سب نسترن
اس گھٹن کے بعد آیا پھر سے رحمت کا سحاب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

لٹ گیا تھا حسن کے بھی ہاتھ سے رنگ حنا
عنبریں زلفوں سے غائب ہو گئی بوئے صبا
ہر طرف سے اٹھ گئی نازک خیالوں دعا
ہو گیا پھر رحمت کا نزول لا جواب

احتساب

آسمان سے آ گیا آخر ہے نالوں کا جواب
ظالموں پر ہو گیا ، نازل خداوندی عتاب
مٹ گیا زور و تکبر چل بسا زور خطاب
وقت کے پردے پھٹے ، پھر ہو گئے وہ بے حجاب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

صرصر حرص و ہوا نے چاٹ کھایا تھا چمن
چمن گیا ذوق تغزل مٹ گئی فکر سخن
ہاں ریاض ذہن سے نوچے گئے سب نسترن
اس گھٹن کے بعد آیا پھر سے رحمت کا سحاب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

لٹ گیا تھا حسن کے بھی ہاتھ سے رنگ حنا
عنبریں زلفوں سے غائب ہو گئی بوئے صبا
ہر طرف سے اٹھ گئی نازک خیالوں دعا
ہو گیا پھر رحمت کا نزول لا جواب
احتساب ۔ و احتساب و احتساب و احتساب

ہائے تھا جبریل رخصت تھا عزازیلی عروج
بجھ گئے تھے چار سو جب عشق و مستی کے سروج
منہدم تھے صحن ہستی میں شرافت کے بروج
بام تقدیر خدا سے سن لیا پھر یہ خطاب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

چلچلاتی دھوپ میں مجھ کو جو تڑپایا گیا
چھین کر لقمہ جب میرے منہ کا بھی کھایا گیا
بوستان فکرِ اجڑا خار کو لایا گیا
ایسے عالم میں یقیناً زجز گونجا بے حساب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

فوج ارض پاک کو ہے فکر شاعر کا سلام
فوج ارض پاک ہے محبوب داور کی غلام
آہنی ہاتھوں میں جس کے ہے وطن کی اب زمام
اس کو بھی دینا ہے اک دن اپنے کرنے کا حساب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

لشکر اسلام ہے اپنی سپاہ مصطفےٰ
مٹ گئے ظالم ، ہوئی ہم پر نگاہ مصطفےٰ
ہو گئی محفوظ پھر سے عز و جاہ مصطفےٰ
فوج اپنی لازوال و بے مثال و لاجواب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

سرور کونین کے نوری چمن کا اک گلاب
نیّر عشق و محبت کا ہے درخشاں اک شہاب
اپنا پاکستان ہے بحر مدینہ کا حباب
آج اس کے سب سوالوں کا فقط ہے اک جواب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

اب نظام سید کونین آنا چاہئے
جذبہ شبیر کو دنیا پہ چھانا چاہئے
ہاشمی جود و کرم سے فیض پانا چاہیے
لشکر محبوب داور لائے گا یہ آب و تاب
احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

(سید شبیر احمد ہاشمی)

مقدمہ

اسلامی ریاست کی اساس نظام عدل پر قائم ہوئی۔ رسالتمآب ﷺ نے ایسا معاشرہ قائم کیا۔ جو ہر پہلو سے ایک مثالی معاشرہ کہلاتا ہے۔ ایک مغربی مفکر "مثالی معاشرہ اس معاشرے کو کہتے ہیں جس میں ہر شخص اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک ہو۔" اس لحاظ سے اگر نبی کریم ﷺ کے قائم کردہ معاشرہ کو دیکھیں تو وہاں ریاست کے عام فرد سے لے کر حکمران تک ہر شخص ہی کردار کا پیکر اور اعلیٰ اخلاق کا بلند نمونہ نظر آتا ہے۔ فرد کی شخصی زندگی سے لے کر معاشرے کی اجتماعی زندگی اور پھر بین الاقوامی زندگی تک پورا معاشرہ ان انسانی عظمتوں اور رفعتوں پر فائز تھا کہ ملائکہ بھی ان قدسی صفات انسانوں کی زندگیوں پر رشک کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یقیناً یہ تھی کہ ایمان کی مضبوطی نے انہیں انسانی معیارات کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

"وعد الله الذين آمنوا منكم وعملو الصلحت لیستخلفنّھم فی الارض كما استخلف الذين من قبلھم۔" الخ

وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا۔

اس آیت کریمہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ حکومت اور بطور خاص اسلامی ریاست کی حکومت کے لئے ایمان اور عمل صالح شرط اولین ہے۔ یہ تصور علاقائی نہیں عالمگیر نوعیت کا ہے۔ اس لئے کہ اسلامی ریاست میں دین اور دنیا دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اسلامی معاشرے کو یونہی بے لگام نہیں چھوڑ دیا بلکہ اسے نظامیاتی شکل (Systematically Shap) بھی عطا فرمائی۔ اور پھر سیاست کے اعلیٰ اصولوں پر مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست (Islamic State) قائم بھی فرمائی۔ اور اس اسلامی ریاست کو ان سیاسی و معاشرتی قدروں (Socio. Political Values) پر اس طرح باہم مربوط و منضبط فرمایا کہ مملکت کا ہر فرد باہمی معاہدے (Mutual Treaty) میں منسلک نظر آتا ہے۔ اس کی مثال میثاق مدینہ (Pact of Madina) ہے۔ جو تقریباً 52 دفعات (Sections) پر مشتمل ہے جس کے تحت مسلمان یہود اور مشرکین ریاست کے دفاع اتفاق واتحاد اور قیام امن کے پابند تھے۔

اور یہ پہلا تحریری آئین (Written Constitution) تھا جس نے انسانی زندگی کو بے ترتیبی اور بے اعتدالی کے ماحول سے نکال کر نظم وضبط کی لڑیوں میں پرو دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست کو ایسا فکری و نظامیاتی ڈھانچہ عطا فرمایا کہ اس کی بناء پر آگے سیاسی و معاشرتی نظاموں کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اسلام کی آئینی و دستوری خدمات میں سے یہ بھی ہے کہ تینوں ریاست کے اعضاء (Organs) مقننہ (Legislature) عاملہ (Executive) عدلیہ (Judiciary) کو علیحدہ علیحدہ تشخص دیا گیا۔ اور خلافت راشدہ کے دور میں مقننہ کو ”اہل الحل والعقد“ عاملہ کو ”اولی الامر“ اور عدلیہ کو ”القضاء“ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اور ان کے باقاعدہ دائرہ کار بھی متعین کئے گئے تھے۔ جبکہ مغربی علم دستور میں ان کا تصور بہت بعد میں جا کر پیدا ہوا۔ بلکہ (Common Law) پر باقاعدہ فقہی و قانونی مجموعے (Justice and legal codes) بھی اسلام کی دوسری صدی کے اوائل

میں مرتب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جنہیں با قاعدہ حصص اور ابواب (Parts and Chapters) میں تقسیم کیا جاتا تھا اور عبادات (Religious Laws) مناکحات (Family Laws) معاملات و معاہدات (Civil and Contratual Laws) عقوبات (Penal Laws) مالیات (Financial Laws) اور قضاء وشہادات (Procedural s evidence Laws) وغیرہ کی با قاعدہ قانونی وفقہی تقسیم بھی عمل میں آ چکی تھی۔

معاشرے میں عدل اجتماعی (Social Justice) چونکہ اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری اور عدل کا محض ایک لفظ اسلام کی جملہ تعلیمات کے حقائق اور اساسیات پر محیط ہے۔ اسی وجہ سے حدیث نبوی ﷺ کے مطابق قیام عدل میں صرف کی جانے والی ایک ساعت ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے اور فقہاء کرام کے نزدیک عدل سے مراد حق دار کو اس کا حق دلانا اور ظالم کو ظلم سے روکنا ہے۔ اور احتساب کا معنی بھی چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہیں۔ اس لحاظ سے احتساب کا عدل سے گہرا تعلق بنتا ہے۔ احتساب (Accountability) کا تصور نہ صرف مذہبی و دینی لحاظ سے بلکہ دنیاوی امور میں بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ نیکی کی تلقین اور برائی سے منع کرنا اسلامی ریاست کے ارباب بست وکشاد کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ اخلاقی اساس کے بغیر کوئی ریاست جتنی بھی مادی ترقی کر لے اسے مثالی ریاست نہیں کہا جا سکتا۔

اور اسلام میں احتساب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں ہی اسلامی ریاست میں ولایت مظالم یعنی ظلم کی روک تھام کا محکمہ قائم فرما دیا۔ عہد صدیقی میں قاضی ہی محتسب کے فرائض سرانجام دیتا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قاضی

القضاء (Chief Justice) بھی تھے اور محتسب بھی۔ پھر عہد عثمانی میں بھی یہ ادارہ قائم رہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ابو ادریس الخوارزمی ولایت مظالم کے سربراہ تھے۔

خلافت رشدہ کے بعد اموی دور میں خلیفہ عبدالملک نے محتسب کے ادارے کو قائم رکھا اور پھر عباسی دور میں خلفاء نے فوجداری عدالتیں قائم کیں ان کا سربراہ صاحب المظالم ہوتا تھا۔ اور بڑی عدالت دیوان النظر فی المظالم بھی قائم ہوئی خلیفہ خود اس کی صدارت کرتا اور احتساب کا کام جاری رکھتا۔ فاطمی دور میں خلیفہ المعز نے ایک ادارہ ناظر المظالم قائم کیا۔ ملٹری گورنر، وزیر، قاضی اور فقہاء اس ادارے کو چلاتے تھے اور فیصلے صادر کرتے تھے۔

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی اپنے ایک مضمون ''اسلام میں احتساب کا تصور'' میں لکھتے ہیں کہ

''سلطنت عثمانیہ میں احتساب کے بارے میں باقاعدہ ضوابط تشکیل دیئے گئے۔ محتسب کا ادارہ سلطان بایزید کے دور حکومت میں قائم ہوا۔ اور ۱۸۵۴ء تک قائم رہا۔ عباسی دور میں ایک بڑا اہم ادارہ قابل ذکر ہے۔ اس کا نام محتسب الممالک (محتسب اعلیٰ) تھا۔ حتیٰ کہ دیہاتوں میں بھی محتسب کام کرتے تھے۔ رضا شاہ پہلوی نے محتسب کے ادارے کو آخر کار ختم کر دیا۔ تاہم اگر تاریخ کے آئینے میں محتسب کے ادارے کو دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ ادارہ نبی کریم ﷺ کی دور ریاست میں قائم ہوا۔ اور بالخصوص درج ذیل بادشاہوں کے دور میں مقبول رہا۔

(۱) غیاث الدین بلبن (۴۴۶ کے لے کر ۴۸۶ ہجری تک)
(۲) فیروز الدین تغلق (۷۵۲ کے لے کر ۷۹۰ ہجری تک)
(۳) سکندر لودھی (۸۹۶ سے لے کر ۹۲۳ ہجری تک)

اوراس کے بعد اورنگ زیب کے دور میں بھی مقبول رہا۔

محمود غزنوی نے بھی اس ادارے میں کافی دلچسپی لی۔ غیاث الدین بلبن کے دور میں ہر دیہات جس کی آبادی ۲۰۰ سے ۴۰۰ تک تھی۔ وہاں ایک محتسب مقرر کیا جاتا تھا۔ بعدازاں مغل حکمرانوں نے احتساب کے محکمہ کو محکمہ کوتوال میں بدل دیا تاہم محتسب کا محکمہ اس لحاظ سے مقبول رہا۔ کہ شراب، افیون اور دیگر منشیات کے استعمال کرنے والوں کو بھی سزائیں دی جاتی تھیں۔

امام الماوردی نے ولایۃ المظالم کی تعریف اس طرح کی ہے۔

’’ھو قول المتظالمین الیٰ التناصف بالرھبة وزجر المتنازعین عن التجاھد با الھیبة‘‘

یعنی ولایت مظالم سے مراد یہ ہے کہ آپس میں تعدی اور ظلم کرنے والوں کو جبراً عدالت میں پیش کر کے انصاف کرایا جائے اور اگر انکار کریں تو ڈرا دھمکا کر کام لیا جائے۔

یوں اس منصب کی بنیادی غرض جبر و استبداد اور ظلم و تعدی کا خاتمہ ہے۔ تاہم ولایۃ المظالم اور حسبہ میں معمولی سا فرق ہے۔ اور ایک لحاظ سے مماثلت و مشابہت بھی۔

جناب سید عبدالرحمٰن بخاری لکھتے ہیں:

’’ولایۃ المظالم اور حسبہ میں مشابہت وقوت اقتدار کے رعب وہئیت کے مظالم اور کھلم کھلا ظلم اور عدوان کے معاملات کی سماعت میں ہے۔ اور فرق مندرجہ ذیل پہلوؤں میں ہے۔

(۱) ادارہ مظالم ان امور ومقدمات کی سماعت کرتا ہے جن کی انجام دہی سے قاضی عاجز و کمزور ہو جبکہ ادارۂ الحسبہ ان معاملات سے تعلق رکھتا ہے جو بہت چھوٹے ہوں۔ اور قاضی کی عدالت میں ان کا پیش کرنا مناسب نہ ہو یہی وجہ ہے کہ والی مظالم کا

درجہ قاضی سے برتر ہے۔ جبکہ حسبہ کی حیثیت قاضی سے فروتر اور اس کے تابع ومعاون کی ہے۔

(۲) ادارہ مظالم کے سربراہ کو مقدمات کی سماعت اور فیصلے دینے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ جبکہ محتسب کو ایسا کوئی اختیار نہیں۔ مزید برآں دیوان المظالم ایک برتر ادارہ ہونے کی حیثیت سے قاضی اور محتسب دونوں کا نگران ہے۔

یہ تو ولایت المظالم اور حسبہ میں بنیادی فرق تھا۔ جبکہ ولایۃ المظالم اور ادارہ قضاء میں بھی فرق ہے جناب سید عبدالرحمٰن بخاری الامام الماوردی کی الاحکام السلطانیہ کے حوالے سے ادارہ قضاء اور ولایۃ المظالم میں دس چیزوں میں بنیادی فرق بیان کرتے ہیں۔

(۱) اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے ناظر المظالم کا باہیبت قوی اور دبدبہ والا ہونا لازمی ہے۔ لیکن قاضی کے لئے ایسا ہونا ضروری نہیں۔

(۲) ولایۃ المظالم کا دائرہ اختیار امور واجبہ سے گزر کر امور جائزہ کو بھی محیط ہے۔ لہٰذا وہ قول وفعل دونوں کے اعتبار سے وسیع الاختیارات ہوگا۔

(۳) ناظر مظالم قرائن اور شواہد حالیہ سے کام لے کر تفتیش واقعات اور حق وباطل میں امتیاز کرسکتا ہے۔ بخلاف قاضی کے۔

(۴) جس شخص کی فطرت میں ظالمانہ اور باغیانہ جذبات موجود ہوں اس کی تادیب واصلاح ولایۃ المظالم کے اختیار میں ہے۔

(۵) کسی مقدمہ کی نوعیت کے پیش ناظر مظالم تصفیہ میں تاخیر کرسکتا ہے لیکن قاضی کسی فریق کے مطالبہ کے بغیر اس کا مجاز نہیں۔

(۶) ناظر مظالم مناسب سمجھے تو فریقین کو مصالحت پر مجبور کرسکتا ہے۔ لیکن قاضی فریقین کی رضامندی کے بغیر ایسا نہیں کرسکتا۔

(۷) اگر فریقین انصاف و اعتراف حقوق پر آمادہ نہ ہوں تو ناظر المظالم انہیں پولیس کی حراست میں دے سکتا ہے۔ تاکہ پولیس انہیں ردِ حقوق اور ایک دوسرے کی تکذیب سے باز آنے پر آمادہ کر سکے۔

(۸) مجہول الحال اور قضاء کے نزدیک ناقابل شہادت افراد کی شہادت والیٔ مظالم سن سکتا ہے۔

(۹) گواہوں کے بیان مشکوک و مشتبہ معلوم ہوں تو ناظر مظالم ان سے حلف لے سکتا ہے۔ نیز ازالۂ شک کے لئے گواہوں کی تعداد بھی بڑھا سکتا ہے۔ مگر قاضی اس کا مجاز نہیں۔

(۱۰) ناظر مظالم فریقین کے نزاع کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ابتدأً گواہوں کے بیانات سن سکتا ہے۔ لیکن قاضی مدعی سے گواہ طلب کرتا ہے اور اس کے کہنے پر گواہوں کے بیانات سنتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ولایۃ المظالم کا مقصد اور بنیادی فرض ہے قانون کی حکمرانی قائم کرنا، عدل و انصاف نافذ کرنا، ظلم و جبر کا استیصال کرنا اور اس سلسلے میں اس کے دائرہ اختیار میں تمام انتظامی امور، خصوصی معاملات اور عبادات سے تعلق امور بھی شامل ہیں۔

اس کی حیثیت ''عدالت اپیل'' (Appllent Court) ''عدالت عام'' (Common Court) کو بھی اور اعلیٰ ترین انتظامی عدالت کی بھی اور یہ تنفیذ یہ عدلیہ اور نئے عرف و ضرورت پر مبنی مسائل کی حد تک تشریعیہ کے اختیارات کو جامع ہے۔ اس کے لئے اسلام کے عدالتی نظام اور معاشرے میں نفاذ عدل کے اداروں میں اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

اسلام میں احتساب کے موضوع پر بہت سے مقتدمین علماء نے کام کیا ہے۔ اہم کتب میں قاضی ابوالحسن الماوردی کی احکام السلطانیہ، علامہ ابن تیمیہ کی

الحسبہ فی السلام، قاضی ابویعلیٰ الفراء کی احکام السلطانیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم، پروفیسر محمد المبارک کی الدولۃ نظام الحسبہ عند ابن تیمیہ اور ابن الاخوۃ کی معالم القربۃ وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ عصر حاضر میں اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، اسلام میں احتساب کا نظام، اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، حالات و زمانہ کی رعایت اور اسلام کا نظام امن وغیرہ اور چند اور کتب قابل ذکر ہیں۔ اسلامی نظام احتساب ایک ایسا موضوع ہے جس پر عصری تقاضوں کے مطابق ٹھوس اور تفصیلی کام کی اشد ضرورت ہے زیر نظر کتاب ''سیرۃ طیبہ کی روشنی میں پاکستان میں اسلامی نظام احتساب'' بھی اس احساس اور جذبے کے پیش نظر جدید خطوط پر لکھی گئی ہے۔ تاکہ پاکستان میں جب وہ وقت آئے کہ ریاستی ڈھانچے کی بنیادیں اسلام کے ابدی احکام و تعلیمات پر اٹھائی جائیں تو نظام احتساب کی اسلامائزیشن میں یہ کتاب اہم کردار ادا کر سکے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ایک طرف سیرت کے موضوع پر ہونے کے ناطے ایک گنہگار امتی کی اپنے محبوب آقا ﷺ کی خدمت عالیہ میں خراج عقیدت و محبت ہے تو دوسری طرف پاکستان میں حقیقی اسلامی فلاحی نظام کے قیام کی خاطر کی جانے والی کاوشوں کے تسلسل میں ایک حقیر سی کوشش بھی۔

غبار راہ مدینہ

مؤلف

شہباز احمد چشتی

مؤلف کے حالاتِ زندگی

دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے کہ یہ انسان کو جامع نظریۂ حیات عطا کرتا ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کا فطری حسن حیات انسانی کے جملہ پہلوؤں میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اسلام نہ تو دنیا سے کلی انقطاع کا درس دیتا ہے اور نہ ہی کلی موافقت کا۔ اسی طرح اسلام نہ تو زندگی بھر خلوت نشینی اختیار کرنے کا روادار ہے اور نہ ہی محض ہنگامہ ہائے کائنات میں الجھ جانے کا قائل۔ یہی وجہ ہے کہ اہل بصیرت اور اہل قلب ونظر نے صرف دینی علوم کو دامن میں سمیٹنے کی پابندی نہیں لگائی۔ بلکہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم کے حصول کی بھی تلقین کی ہے۔

اس کی ایک روشن مثال عصر حاضر کی نابغۂ روزگار ہستی سیدی ومرشدی ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے۔ آپ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں جدید وقدیم علوم کو ایسا حسین امتزاج عطا کیا کہ آج عالم اسلام کی تمام درسگاہیں اسے اپنے لئے خضر راہ سمجھتی ہیں۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ افراد کا قافلہ آپ ہی کی بتائی ہوئی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اسی قافلے کا ایک نوجوان جو اپنے مربی ومحسن ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو فروغ دینے کے لئے شاہراہ عزم واستقامت پر گامزن ہے۔ میری مراد نوجوان مذہبی سکالر علامہ شہباز احمد چشتی ہیں۔

یہاں اس بات کا اظہار بے جا نہ ہوگا کہ تعارفی سطور محض، نمود ونمائش اور روایتی طریق کار کی بناء پر نہیں۔ بلکہ ہمہ جہت علمی، فکری، تحریکی اور انقلابی ثمرات کے

حصول کے لئے رقم کی جارہی ہے جو اس کے متقاضی ہیں۔

والدین:

موصوف کے والد گرامی حافظ بہاؤ الحق صاحب انتہائی درویش منش، ملنسار، خوش اخلاق اور منکسر المزاج شخصیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے جنڈ شریف ضلع گجرات سے حافظ قاری علم دین صاحب کی درسگاہ سے علم حاصل کیا اور حفظ قرآن کریم کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ حافظ علم دین صاحب وہ عظیم بزرگ تھے جنہوں نے اپنے نام کے ایک سو چالیس افراد کو قرآن کریم حفظ کرایا۔

حافظ بہاؤ الحق صاحب دین سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک ان کے معمول میں یہ چیز بدستور شامل ہے کہ جہاں کہیں کوئی محفل یا جلسہ ہو تو وہ علمائے کرام کی زیارت اور گفتگو سننے کے لئے حتی الامکان وہاں شرکت فرماتے ہیں۔ عبادت و ریاضت سے انہیں خصوصی شغف ہے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت بڑے احسن انداز میں فرمائی ہے۔ تاہم ان کی دعاؤں اور تربیت کا خصوصی ثمر علامہ شہباز احمد چشتی ہیں۔ جن کے لئے انہوں نے بے شمار بزرگوں سے دعائیں کروائیں اور جب علمائے کرام کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہونے کے لئے تشریف لے جاتے تو انہیں ضرور ساتھ لے جاتے۔

موصوف کی والدہ صاحبہ عبادت کی دلدادہ ہیں۔ اور ان کی زندگی جہد مسلسل اور سعی پیہم سے عبارت ہے۔ موصوف اپنی کتاب ’’کامیاب زندگی کا اسلامی تصور‘‘ کے انتساب میں رقم طراز ہیں۔

’’پیاری امی جان کے نام!

جن کے سوز زندگی نے مجھے حقیقت زندگی سے آگاہ کیا۔ جن کی مشقت بھری زندگی نے مجھے جہادِ زندگانی کی راہ پر چلایا۔ جن کی پر تاثیر اور فلک پاش دعاؤں نے مجھے زندگی کے رخ زیبا سے نقاب کشائی کا ملکہ عطا فرمایا:

اے میرے اللہ کریم!

مجھ سے میری پیاری ماں کی آغوش لطف و محبت نہ چھیننا۔ ان کی عمر اور صحت میں برکت کے ساتھ مجھے ان کے سحاب کرم کا سایہ عطا کیے رکھنا کیونکہ میں انہی کے نالہ ہائے نیم شبی کا صدقہ ہوں۔“

پیدائش:

علامہ شہباز احمد چشتی مؤرخہ یکم مئی ۱۹۷۳ء ڈنگہ کے قریب ایک قریہ ”چھماں“ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ قریہ ہے جہاں موصوف کے والد گرامی نے ربع صدی (۲۵ سال) بلا معاوضہ امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔

ابتدائی تعلیم:

موصوف نے تعلیم کا آغاز آبائی قریہ ”جاتریا کلاں“ (لالہ موسیٰ) میں گورنمنٹ پرائمری اسکول سے کیا۔ اور پرائمری کے بعد چھٹی کلاس کے لئے پہلے گورنمنٹ مڈل سکول ریلوے کالونی اور بعد ازاں ایم۔ اے جناح سپیریئر سائنس سیکنڈری سکول لالہ موسیٰ میں داخلہ لیا۔ لیکن گھریلو ماحول چونکہ زمیندارانہ تھا۔ بڑے بھائی کے ساتھ کاروباری مصروفیات میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہاں لالہ موسیٰ میں اپنی تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ چنانچہ موصوف کے والد گرامی اپنے لخت جگر کو جن کا مستقبل انہیں بے حد عزیز تھا، ضلع گجرات کے معروف دینی اور

علمی درسگاہ دارالعلوم ضیاء القرآن سعید آباد بوکن شریف میں داخل کرا دیا۔ جو کہ مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (ضلع سرگودھا) کی ذیلی شاخ ہے۔ جس کے پرنسپل حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز پیر سید زاہد صدیق شاہ صاحب ہیں۔

دینی و دنیوی تعلیم:

ادارہ ہذا میں موصوف نے دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ اور پانچ سال میں مڈل کی تعلیم کے ساتھ ادیب عربی کا امتحان بھی پاس کرلیا۔ ناظم ادارہ پیر سید زاہد صدیق شاہ صاحب نے ایک استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مربی کی حیثیت سے ان کی خوب تربیت فرمائی۔ دین کے ساتھ والہانہ لگاؤ، فروغ علم اور اشاعت اسلام کا جذبہ انہوں نے اپنے استاد گرامی قبلہ شاہ صاحب سے ہی حاصل کیا۔ ان کی شفقتوں کا ہی نتیجہ تھا کہ انہوں نے اپنے اس عزیز کو اس کے ساتھیوں کے ہمراہ دارالعلوم ضیاء القرآن بوکن شریف میں تکمیل تعلیم کے بعد مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں داخل کرا دیا۔ اور وہاں انہوں نے بالترتیب میٹرک، عالم عربی، ایف۔ اے، فاضل عربی، بی۔ اے اور دورۂ حدیث شریف کے امتحانات پاس کئے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ موصوف بھیرہ شریف میں حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ غیر نصابی گرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ جن میں تقریری مقابلے، مباحثے، مقابلہ ہائے مضمون نویسی ان کی دلچسپی کا خصوصی مرکز رہے۔

عقیدت شیخ:

بھیرہ شریف میں دوران تعلیم موصوف حضرت ضیاء الامّت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت ولایت میں زیادہ سے زیادہ حاضری دے کر کسبِ فیض کرتے رہے۔ اور وہ اپنے شیخ سے اس وقت سے لے کر اب تک بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے تلامذہ میں سے انہوں نے سب سے پہلے آپ کی شخصیت و کردار پر مبنی مبسوط کتاب دانائے راز ضیا الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھنے کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ اپنے شیخ و مربی کو ان الفاظ میں ارمغان عقیدت و محبت پیش کرتے ہیں۔

''حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اس گئے گزرے دور میں واقعتاً روشنی کا ایسا مینار تھی جس نے کئی گم کردہ راہِ حقیقت کو واصل منزل کیا۔ آپ صاحبِ فتویٰ ہی نہیں، صاحب تقویٰ بھی تھے۔ آپ خلوت نشین نہیں، مرد میدان تھے۔ مناظرانہ ترنگ نہیں، عاشقانہ رنگ رکھتے تھے۔ مکتب کے دربان نہیں، طریقت کے رازدان تھے۔ سیاست کے سکندر نہیں، تصوف کے قلندر تھے۔ وجد و رقص پر اصرار نہیں، ادب و سلوک سے پیار تھا اور عالمانہ جلال ہی نہیں، صوفیانہ جمال بھی رکھتے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دولت و ثروت کے نگہبان نہیں، فقر غیور کے پاسبان تھے۔ اب جی ترستا ہے کہ ان کی ایک جھلک ہی نصیب ہو جائے مگر اب

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیئے ! بس اب کہ لذت خواب سحر گئی ''

محترم جناب شہباز احمد چشتی کی طرف سے یہ بھی اپنے شیخ کامل کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت کا ایک انداز ہی تھا کہ انہوں نے حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کی تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے کی جانے والی کاوشوں کو '' ضیاء الامت و تحفظ عقیدۂ ختم نبوت '' کے نام سے ایک کتابچے کی شکل میں یکجا کیا۔ مزید برآں موصوف نے تحریک ضیاء الاسلام پاکستان کے ترجمان مؤقر مجلّہ ضیاء الاسلام کے چیف ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت پر تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل جامع، ضخیم، دیدہ زیب اور صاحبان علم و فکر کی تحریروں سے آراستہ '' ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ نمبر بھی نکالا۔

اعلیٰ تعلیم

حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کے میکدۂ علم و عرفان مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے اپریل ۱۹۹۸ء میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد محترم جناب چشتی صاحب نے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں الکلیۃ القانون میں داخلہ لیا۔ وہاں سے حال ہی میں انہوں نے ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان پاس کیا۔ اسلام آباد میں **"Law"** کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے سیاسیات کا امتحان بھی پاس کیا۔

ذوق خطابت کی ضیاء باریاں

موصوف کے والد گرامی جو علماء کرام کے خطابات کو سننے کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ انہوں نے جب بھی کسی واعظ یا خطیب سے خطبہ سنا تو آ کر اپنے بیٹے کو سنا دیا۔ اور بعد ازاں دوست واحباب کی مجلس میں وہی خطاب سننے کا تقاضا کیا۔ اس طرح علم دوست والد نے بڑی محنت سے اپنے بیٹے کے اندر جوہر خطابت پیدا فرمایا۔

یہ اسی سعی کا نتیجہ تھا کہ محترم جناب شہباز صاحب نے جب دارالعلوم بوکن شریف میں داخلہ لیا تو پہلے ہی سال فلسفۂ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع پر منعقدہ تقریری مقابلے میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور وہاں سے حصول تعلیم کے بعد بھیرہ شریف میں میٹرک کے سال میں انجمن ندوۃ العرفان کے زیر اہتمام منعقدہ مباحثہ بعنوان ”سیرت اچھی یا صورت“ میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ بعد ازاں بھیرہ شریف میں منعقدہ کئی تقریری مقابلوں اور مباحثوں میں حصہ لیا اور نمایاں پوزیشنیں حاصل کیں۔

آخری چار سالوں میں سے مسلسل تین سال تقریری مقابلوں میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور چوتھے سال طلباء نے احتجاجاً کہا کہ اگر ”شہباز چشتی“ نے تقریری مقابلے میں حصہ لیا تو ہم نہیں لیں گے۔ کیونکہ وہ ہر دفعہ فرسٹ پرائز لے جاتا ہے چنانچہ موصوف کو تقریری مقابلے میں اعزازی تقریر کی دعوت دی گئی۔

محترم علامہ شہباز احمد چشتی بھیرہ شریف میں آخری سال میں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ انہوں نے منہاج القرآن انٹرنیشنل یونیورسٹی میں بین الکلیاتی تقریری مقابلوں میں اپنے ادارے کی نمائندگی کرتے ہوئے حصہ لیا۔ اور وہاں 16 کالجز اور یونیورسٹیز کے

32 طلباء کے درمیان ہونے والے مباحثہ بعنوان ''معاشرتی برائیوں کا ذمہ دار فرد یا معاشرہ'' میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور انگلش تقریری مقابلے میں پنجاب بھر میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔

بھیرہ شریف میں دوران تعلیم محترم جناب چشتی صاحب نے خطبۂ جمعہ بھی شروع کر دیا۔ علاوہ ازیں ملک کے کئی اضلاع میں عوامی خطیب کی حیثیت سے اپنی خطابت کا لوہا منوایا۔ بھیرہ شریف سے فراغت کے بعد جب انہوں نے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں داخلہ لیا تو وہاں بھی فن خطابت کے جوہر دکھائے اور یونیورسٹی میں منعقدہ تقریری مقابلے میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔

اسلامک یونیورسٹی میں دوران تعلیم ہی موصوف نے ہالی ڈے ان ہوٹل اسلام آباد میں کئی صاحبان علم وفکر کی موجودگی میں دو سال مسلسل سالانہ سیمنارز میں عقیدۂ ختم نبوت کے عقلی، فلسفیانہ اور نفسیاتی پہلوؤں پر بسیط مقالے بھی پیش کیئے۔ اور علمی حلقوں سے بھرپور داد تحسین حاصل کی۔

جناب علامہ شہباز صاحب عنفوان شباب میں ہی پورے ملک بشمول آزاد کشمیر میں کئی علمی وفکری مجالس میں لیکچرز بھی دے چکے ہیں۔ اور پچھلے بارہ سال سے ضلع گجرات میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

تحریر کی دلربائیاں

جناب علامہ شہباز احمد چشتی نے بھیرہ شریف میں حصول تعلیم کے دوران ہی میدانِ تحریر میں قدم رکھ دیا۔ آغاز میں لالہ موسیٰ سے شائع ہونے والے ہفت روزہ اخبار

[illegible] میں مضمون نویسی کا سلسلہ شروع کیا۔ اور بھیرہ شریف میں منعقدہ مضمون نویسی اور مقالہ جاتی مقابلوں میں بھی پوزیشنیں حاصل کیں۔ جن میں ''معراج اور جدید سائنس'' کے موضوع پر مقالہ جاتی مقابلے میں اوّل پوزیشن خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

جب اہل ادب اور صاحبان ذوق نے ان کی تحریروں کو پسند کیا تو انہوں نے ملکی سطح پر منعقدہ تحریری مقابلوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جن میں پنجاب کی سطح پر منعقد ہونے والے مقابلۂ مضمون نویسی بعنوان ''ماحولیاتی آلودگی اور ہمارا مستقبل'' میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ اس دوران بھیرہ شریف کے علمی، ادبی مجلّہ ضیائے حرم میں بھی ان کے مضامین شائع ہوئے۔

بھیرہ شریف سے حصول تعلیم کے بعد جب اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں داخلہ لیا تو وہاں بھی ادبی ذوق اپنے رنگ دکھاتا رہا۔ موصوف نے قومی سطح کے اخبارات میں مضمون نویسی اور بعد ازاں کالم نویسی کا سلسلہ شروع کر دیا بطور خاص روزنامہ اساس راولپنڈی میں ''ضیاء پاشیاں'' کے عنوان سے ان کا کالم مسلسل شائع ہوتا رہا۔ اور اس وقت ان کے ساٹھ کے قریب علمی وفکری کالموں کا ایک مجموعہ ''پاکستان دہلیز انقلاب پر'' کے نام سے ایک کتاب کی صورت میں ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور سے چھپ چکا ہے۔

محترم علامہ صاحب جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو ان کی تحریر تصنع سے ایسے پاک ہوتی ہے کہ لفظوں کے جمال میں خود سپردگی کا عالم ہوتا ہے۔ ان کے قلم کی نوک سے حرف جب صفحات پر بکھرتے ہیں تو ادب کا بہترین شاہکار بن جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں الفاظ کی سحر انگیزی پر مقصدیت کا نور عجب رنگ دکھاتا ہے۔ وہ جب قلم اٹھاتے ہیں تو ایک طرف انسان ادب کی چاشنی سے لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے تو دوسری

طرف اپنی زندگی کی منزل کا تعین کر رہا ہوتا ہے۔ ان کی کتاب ''کامیاب زندگی کا اسلامی تصور'' میں سے ایک اقتباس پڑھیئے اور دیکھیئے ! کہ ان کے قلم سے نکلنے والا ہر ہر لفظ اپنے اندر کتنا حسن سموئے ہوئے ہے۔ محترم چشتی صاحب لکھتے ہیں۔

> ''اگر زندگی کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کی خاطر کوشاں ہو تو اس کی چلمن میں بہاریں رقص کناں رہتی ہیں۔ سلگتے انگارے پھولوں کی سیج معلوم ہوتے ہیں۔ غیروں کی گالیاں محبت کے سندیسے لگتی ہیں۔ ہر زخم ذوق سفر میں اضافہ کرتا ہے۔ راستوں کے کانٹے محبت کی بکھری ہوئی کلیاں دکھائی دیتے ہیں۔ رتجگے پرسکون نیند سے زیادہ لطف دیتے ہیں۔ بس صرف شعور مقصد پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ پھر دلوں سے لوٹا ہوا سکون بحال ہو جاتا ہے۔ فرحت و انبساط کے لمحے انسان کے ہمدامن ہوتے ہیں۔ پھر انسان دعا کرتا ہے کہ خدا کرے زندگی کی چھائیں کبھی نہ ڈھلیں۔ وقت کے دھاروں کی چادر مزید لمبی ہو جائے اور کبھی بھی نہ سمٹے۔ کیونکہ اس کا سمٹنا خار فراق کو دعوت دیتا ہے۔ جو شب ہجراں کا ہمجولی ہے۔ اس کے برعکس اگر زندگی سے مقصدیت کا نور چھن جائے تو پھر انسان ''کالانعام بل ھم اضل'' کا مصداق ٹھہرتا ہے''۔

جناب علامہ شہباز احمد چشتی کی حسین تحریری کاوشوں میں ایک خاص طور پر قابل ذکر کاوش یہ بھی ہے کہ وہ تحریک ضیاء الاسلام کے فکری ترجمان مجلّہ ضیاء الاسلام کے چیف ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے مستقل اداریہ بھی لکھتے ہیں۔ جو پاکستان کے حالات و مسائل

کے صحیح فہم اور مشکلات کے حل کا آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے زوال کے اسباب اور کامیابیوں کے وسائل کا احاطہ کیئے ہوتا ہے۔

تصانیف

موصوف کے نوک قلم سے اس وقت تک درج ذیل کتب لکھی جا چکی ہیں۔

1- دانائے راز ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ
2- کامیاب زندگی کا اسلامی تصور
3- تصوف روح اسلام
4- پاکستان دہلیز انقلاب پر
5- ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت
6- پاکستان میں اسلامی نظام احتساب

میں نے مندرجہ بالا سطور میں علمی، فکری، انقلابی اور تحریکی ثمرات کے حصول کیلئے اس نوجوان کے حالات زندگی قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جس کے دور طالب علمی کو ختم ہوئے ابھی دو ماہ بھی نہیں گزرے۔ لیکن موصوف نے اپنی تعلیم متأثر کیئے بغیر تعلیمی زندگی ہی اتنی ہمہ جہت گزاری ہے کہ اس وقت اُن کی زیر قیادت احیائے دین اور مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کیلئے سرگرم عمل تحریک، تحریک ضیاء الاسلام مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر کام کر رہی ہے۔

اس عظیم علمی، فکری، روحانی اور فلاحی تحریک کی بنیاد محترم جناب شہباز صاحب نے دوران طالب علمی ہی ۱۹۹۹ء میں رکھی۔ جس کی ملک کے چند ایک اضلاع میں شاخیں

قائم ہو چکی ہیں۔ اس وقت آپ کی قیادت میں درج ذیل شعبے بھرپور طریقے سے مصروف ہیں۔

1۔ ضیاءالاسلام ایجوکیشن سوسائٹی:

اس ونگ کے تحت اس وقت تک دو دیہاتوں میں ضیاءالاسلام ماڈل سکولز کام کر رہے ہیں۔ نیز تین اضلاع میں ضیاءالاسلام القرآن اکیڈمیز طلباء کو حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ تحریک کا یہ ونگ ملک بھر میں ضیاءالاسلام ماڈل سکولز اور ضیاءالقرآن اکیڈمیز قائم کرنے کا خواہاں ہے۔

2۔ ضیاءالاسلام ویلفیئر سوسائٹی:

تحریک کا یہ ونگ عوامی فلاح و بہبود کے لئے مصروف کار ہے۔ اور اس وقت تک بعض جگہوں پر ضیاءالاسلام فری میڈیکل کیمپس بھی منعقد کر چکا ہے۔ تحریک کا یہ ونگ ملک بھر میں ضیاءالاسلام فری ڈسپنسریز قائم کرنے کا عزم رکھتا ہے۔

3۔ ضیاءالاسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ:

تحریک کا یہ ونگ تصنیفی و تالیفی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ اس وقت تک اس ونگ کے تحت چار کتب چھپ چکی ہیں۔

4۔ مجلّہ ضیاءالاسلام:

تحریک کا فکری ترجمان مجلّہ ضیاءالاسلام ا منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اس وقت تک معمول کے سات شمارے اور ایک خصوصی شمارہ حضور ضیاءا مت علیہ کی شخصیت و تعلیمات پر مبنی ''ضیاءالامت رحمۃ اللہ علیہ نمبر'' شائع ہو علمی و ادبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔

5۔ شعبۂ دعوت و تبلیغ:

تحریک ضیاءالاسلام پاکستان کا یہ ونگ دیہاتی سطح ہے۔ ر ملکی تک دعوت

تبلیغ دین میں مصروف کار ہے۔ جس میں جلسے، جلوس، اجتماعات اور کانفرنسز خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس ونگ کے زیر اہتمام اس وقت تک لالہ موسیٰ میں دو سال کل پاکستان مرکزی میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنسز اور دوسرے کئی اضلاع میں عظیم الشان ضیاء الاسلام کانفرنسز منعقد ہو چکی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ونگ ۲۷ رجب، ۱۵ شعبان اور ۲۷ رمضان المبارک جیسی رحمتوں بھری راتوں میں کانفرنسز اور شب بیداریوں کا اہتمام بھی کرتا ہے۔

تحریک ضیاء الاسلام پاکستان کا شعبہ دعوت و تبلیغ پورے ملک کو اسلام کی ضیاؤں سے روشن و منور کرنے کا پختہ عزم رکھتا ہے۔

نوجوان مذہبی سکالر جناب علامہ شہباز احمد چشتی اپنی زندگی کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ اگر میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے دین کی خدمت کے لئے کچھ کام ہے تو اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ یہ محض اللہ پاک کی توفیق اور حضور رحمت دو عالم ﷺ کی نظر کرم کا صدقہ ہے۔

بارگاہ ربوبیت میں دعا ہے کہ پروردگار عالم اپنے محبوب نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تصدق اور مرشد گرامی حضور سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان نظر سے موصوف کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے۔ اور انہیں محمدی نظام اور غلبہ امت مسلمہ کے لئے بیش از بیش توفیقات ارزانی فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد نور الحسن ضیاء
فاضل بھیرہ شریف
ایڈیٹر
ماہنامہ ضیاء الاسلام لاہور۔

باب نمبر

1

احتساب کے معانی

اور

تعریفات

احتساب کا لغوی معنیٰ

احتساب باب افتعال سے ہے۔ اس کا مادہ ح س ب ہے۔ کتب لغت میں ''حسب یحسب حسبانا وحسابا'' کے معنی گننا اور شمار کرنے کے آتے ہیں۔ اور اسی طرح ''حسب یحسب محسبۃ وحسبانا'' سے مراد خیال کرنا اور گمان کرنا بھی لیا جاتا ہے۔ نیز حسب میں کافی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ یعنی وہ جو کفایت کرے۔ اور جس کے بعد کسی شے کی ضرورت نہ رہے اس کے علاوہ حاسب کا معنی حساب کرنیوالا بھی ہے۔ حساب کی جمع حسبان ہے۔ جس کا معنیٰ گنتی بھی ہے۔ اور حسیب نگرانی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ [۱]

ایک حدیث مبارکہ میں ہے۔

''وتحسبون بالشرّ ولا تحسبون بالخیر''

یعنی شر (برائی) پر محاسبہ ہوگا اور خیر (نیکی) پر نہ ہوگا۔ اسی طرح ایک مقام پر سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کل امرئ حسیب نفسہ'' [۲]
ہر شخص اپنے آپ کا خود محاسب ہے۔ یہ احادیث مذکورہ بالا معانی کی تصدیق کرتی ہیں۔

احتساب کا ایک معنیٰ اجر وثواب کیلئے کوئی کام کرنے کے بھی ہیں۔ علامہ ابن منظور نے لسان العرب میں اس معنیٰ کی تائید میں اس حدیث نبوی سے استدلال کیا ہے۔

''من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ'' [۳]

ترجمہ: جس نے ایمان اور اجر وثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

احتساب کا اصلاحی مفہوم

فقہی کتب میں بالعموم ''حسبہ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جبکہ اس فریضہ کو سرانجام دینے والے کو محتسب کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض کتب میں ''والی الحسبہ'' کی اصطلاح بھی استعمال ہوئی ہے۔ لیکن اصطلاح شریعت میں احتساب کا معنیٰ حسنات (نیکیوں) کا فروغ اور منکرات (برائیوں) کا سد باب لیا جاتا ہے۔ یعنی اسلامی شریعت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام احتساب ہے۔ احتساب کی باقاعدہ فقہی تعریف سے قبل امر و نہی کا اصل معنیٰ و مفہوم جاننا اشد ضروری ہے۔

امر و نہی کی تعریف

جب ہم ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کی اصطلاح **(Terminology)** استعمال کرتے ہیں تو اس امر سے مراد کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن تیمیّہ نے لکھا ہے۔

''فالامر الذی بعث اللہ بہ رسولہ ھو الامر بالمعروف والنھی الذی بعثہ بہ ھو النھی عن المنکر''

ترجمہ: وہ امر جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے، وہ امر بالمعروف ہے۔ اور وہ نہی جس کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا ہے۔ وہ نہی عن المنکر ہے۔

امر و نہی کا مفہوم واضح ہو جانے کے بعد معروف و منکر کی تعریفات جانے بغیر فلسفۂ احتساب کو سمجھنے میں پیچیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا معروف و منکر کی تعریفات ملاحظہ

فرمائیں۔

معروف کی تعریف:

کتب لغت میں معروف کی تعریف اسطرح کی گئی ہے

''کل ماتعرفه النفس من الخیر ویتشائه وتطمن الیه''[۴]

ترجمہ: ہر وہ اچھی چیز جس کو نفس جانتا ہے اور چاہتا بھی ہے اور اس سے مطمئن ہوتا ہے۔

نیز معروف کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے۔

"Signifying liberality or bounty' when it is with moderation or with a right or just aim, and sincere or honest advice or counsel or action, and good felloship with one's family and with others mankind, and any action or deed of wich the goodness is known by reason of by the law" [۵]

ترجمہ: معروف دلالت کرتا ہے فراخ دلی یا فیاضی پر' اگر وہ اعتدال میں رہے یا وہ صحیح اور منصفانہ مقصد کی خاطر ہو نیز پرخلوص اور ایماندارانہ نصیحت' رائے اور عمل پر' اپنے خاندان اور نوعِ انسانی میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک پر' اور عمل اور کام پر جس کی اچھائی دلیل یا قانون سے معلوم ہو۔

منکر کی تعریف:

"Contrary of maruf; any action disapproved or disallowed by sound intellects; or deemed or

declared the reby to be bad, evil, hateful, abominable, foul, unseemly, ugly or hideous; or pronounced to be so by the law because the mind deliberates respecting the regarding it as such"۶ے

ترجمہ: معروف کی ضد، ہر وہ فعل ہے جسے عقل سلیم ناپسند کرے یا جس کی اجازت نہ دے یا وہ فعل برا، خراب، قابل نفرت، مکروہ، فاسد، نامناسب، گندا یا وحشت ناک سمجھا جائے یا قانون اسے ایسا بتائے، کیونکہ اس کے بارے میں انسانی دماغ نے یہی فیصلہ کیا ہے۔

معروف عدل جبکہ منکر ظلم ہے:

مفسرین کا قول ہے

''لا معروف اعرف من العدل ولا منکر انکر من الظلم''ے

ترجمہ: ''عدل سے بڑھ کر کوئی معروف نہیں ہے اور ظلم سے بڑھ کر کوئی منکر نہیں ہے''۔ جب ہم لفظ عدل کو معنیٰ کے ترازو پر تولتے ہیں تو عدل کا محض ایک لفظ ہی اسلام کی جملہ مبادیات واساسیات اور تعلیمات کا احاطہ کیئے ہوتا ہے۔

احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مجموعہ کا نام ہے:

احتساب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مجموعہ کا نام ہے۔ عدل واخلاق بھی اس میں شامل ہیں۔ غرض ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔ یعنی وہ تمام امور جن کا تعلق اخلاق ومعاشرت، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت، قانون و

دستور ثقافت و عدالت اور مذہب و سیاست سے ہے۔ ان میں احکام خداوندی اور تعلیمات محمدی ﷺ کے مطابق عمل کرنا معروف کہلاتا ہے۔

معروف کے برعکس منکر کا اطلاق ہر اس طرز عمل اور زاویہ فکر پر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ناپسند فرمایا ہو۔ الغرض اسلامی نظام حیات کے ہر شعبے کو دجل و فریب، منافقت وریاکاری، ذخیرہ اندوزی اور ظلم وزیادتی سے پاک کرنا نہی عن المنکر کہلاتا ہے۔

احتساب کی فقہی تعریف:

ھو امر بالمعروف اذا ظھر ترکہ ونھی عن المنکر اذا ظھر فعلہ۔[۸]

ترجمہ: کسی اچھائی کا ترک اور کسی برائی کا ارتکاب اگر کھلم کھلا ہو تو اس کا سدباب احتساب کہلاتا ہے۔

احتساب کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے۔

The hisba Jurisdiction is based on the duty imposed on muslims by the Quran of injoining good and of forbiding evil actions.[۹]

ترجمہ: حسبہ وہ فرض ہے جو قرآن کی رو سے مسلمانوں پر عائد کیا گیا ہے۔ کہ وہ اچھے اعمال کریں اور برے اعمال سے اعراض برتیں۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا احتساب کے بارے میں نقطہ نظر یہ ہے۔

”ھی عبارۃ شاملۃ للامر بالمعروف والنھی

عن المنکر"[۱۰]

ترجمہ: حسبہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے جامع عنوان کو شامل ہے۔

علامہ ابن حلدون نے لکھا ہے

"ھی وظیفة دینیة من باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر"[۱۱]

ترجمہ: احتساب امر بالمعروف و نھی عن المنکر سے متعلق خالصةً ایک دینی منصب ہے

اسی طرح "لین ایڈورڈ ولیم" فلسفہء احتساب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

(He reckoned upon a reward) he sought a reward (from God in the world to come)ویرزقہ من حیث لایحتسب in the Quran means (And he will supply him wiht the means of subsistence whence he does not accur to his mind, And من صام رمضان ایماناً و احتساباً in a trade who so fasteth during ramadan, believing in God and his apostle and seeking a reward from God.

تاہم احتساب کو ایک ادارہ کے طور پر متعارف کرواتے ہوئے شام کے کلیة الشریعة کے سابق سربراہ اور سابق وفاقی وزیر تعلیم آف شام پروفیسر محمد المبارک مرحوم نے اپنی تالیف " الدولتہ و نظام الحسبة عندا بن تیمیہ" میں احتساب کی ادارتی تعریف **(Institutional Definition)** اسطرح کی۔ہے"ھی رقابة ادارية تقوم بها الدولة عن طريق موظفين خاصين على نشاط الافراد فی مجال الاخلاق و الدين

والاقتصادی فی المجال الاجتماعی بوجه عام تحقیقا للعدل ووفقا لمبادی المقررة فی الشرح الاسلامی والاعراف المالوفة فی کل هیئة وزمن''[۱۲]

ترجمہ ''یہ ایک ایسا نگران ادارہ ہے۔ جس کو حکومت قائم کرتی ہے اور خاص لوگ اس کو چلاتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخلاق، مذہب اور معاشیات کے دائرہ میں افراد کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے یعنی انکی عام اجتماعی سرگرمیوں کی نگہداشت ہوتا کہ انصاف اور اعلیٰ اقدار کو عملاً بروئے کار لایا جاسکے اور اس معاملہ میں اسلامی شریعت اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے رائج ہیں انکی روشنی میں اہم کام کو سر انجام دیا جاسکے''

مذکورہ بالا تمام تعریفات سے یہ امر واضح ہوگیا کہ احتساب نیکی و بھلائی کے فروغ اور برائی و بے حیائی کے قلع قمع سے عبارت ہے۔

باب نمبر 2

احتساب کی اقسام

اور

اس کا دائرہ کار

احتساب کی اقسام:

بنیادی طور پر احتساب کی دو اقسام ہیں۔

(۱) احتساب عرفی

(۲) احتساب شرعی

احتساب عرفی کی تعریف:

مولانا سید متین ہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

''صدر اول میں خلفاء اور حکام بنفس نفیس اس فریضے کو سر انجام دیتے تھے اور اس معاملے میں کسی کی مداخلت کو ایک لمحے کے لئے بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو گیا اور خلفاء کے لئے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ دور دراز علاقوں کے بسنے والوں کی کڑی نگرانی کر سکیں تو باقاعدہ محکمہ احتساب کی ضرورت پیش آئی۔ ابتداء میں نہ تو لفظ احتساب استعمال ہوتا تھا اور نہ ہی محتسب۔ بلکہ بازار کے امور کی نگرانی کے لئے ایک شخص کو حکومت کی طرف سے مقرر کر دیا جاتا تھا۔ جسے صاحب السوق عامل السوق کہتے تھے۔ خلیفہ مامون کے زمانہ میں جبکہ اسلامی حکومت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا تو باقاعدہ محکمہ احتساب کا قیام عمل میں آیا''[۱]

احتساب شرعی کی تعریف:

مولانا متین ہاشمی اس کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

''احتساب شرعی میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ یعنی مطلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے بڑے واشگاف الفاظ میں راہنمائی فرمائی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ارشاد نبوی ہے۔

”اگر تم برائی نہیں روکو گے تو تم پر ایسا عذاب آئے گا کہ تمہاری دعا نہیں سنی جائے گی۔“

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم والدین میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ایک اثر نقل کیا ہے۔

”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ اللہ تم پر ایسا ظالم بادشاہ مسلط کر دے گا جو تمہارے بڑوں کی عزت نہیں کرے گا اور تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا۔ تمہارے نیک لوگ اس کے لئے بددعائیں کریں گے لیکن ان کی بددعائیں قبول نہیں کی جائیں گی، تم مدد چاہو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ تم مغفرت طلب کرو گے لیکن تمہاری مغفرت نہیں ہوگی۔ [2]

ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ احتساب اسلام کی مبادیات میں سے ہے اور احتساب کے بغیر ظلم کے پنجے معاشرے میں بتدریج گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا ظلم وستم عدوان کے پھلنے پھولنے سے قبل ہی اس کے انسداد کا حکم دے دیا۔

احتساب کا دائرہ کار:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احتساب کون کرے؟ اور کس کا کرے؟ اگرچہ ہمارا موضوع تو ریاستی احتساب ہے لیکن اپنے مفہوم کے اعتبار سے احتساب کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ اس کی وسعت کے بارے میں رسول مکرم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔

”کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیة“

ترجمہ: ”تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کے بارے

میں جواب دہ ہوگا۔“

احتساب کا یہ تصور زندگی کے ہر شعبہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ چاہے کوئی تاجر ہے یا حاکم خواہ کوئی والد ہے یا کوئی استاذ یعنی کوئی کسی منصب پر فائز ہے۔ وہ احتساب کے عمل سے باہر نہیں ہے حاکم رعایا کے حقوق کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔ تاجر اپنے عمل کر بارے میں جواب دہ ہوگا۔ والد اپنے کنبے کا سربراہ ہونے کے ناطے جواب دہ ہوگا۔ آیا اس نے اولاد کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کی؟ اسی طرح استاذ جو معاشرے کا باپ ہوتا ہے وہ بھی جواب دہ ہوگا، کہ اس نے کس طرح اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا؟ الغرض کارخانہ دار سے مزدور کے بارے میں، مالک سے مملوک کے بارے میں اور زمیندار سے مزارع کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ تو جہاں تک کسی کا دائرہ اختیار ہے وہاں تک ہی اس پر احتساب کا حکم لاگو ہوتا ہے اور وہ شخص اپنے فرض کے حوالے سے عنداللہ جواب دہ ہوگا۔

حکمران چونکہ پورے معاشرے اور ریاست کے نگہبان ہوتے ہیں لہٰذا اگر معاشرے میں ناانصافی ہوئی، عدل کے دامن کو داغدار کیا گیا اور ظلم کا مہیب سایہ عوام الناس کے سکون کو غارت کرنے لگا تو حکمران خدا کی عدالت عظمٰی کے کٹہرے میں اس کے سامنے جواب دہ ہوگا۔ کیونکہ ظلم کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

”الظلم ظلمات یوم القیامة“

ترجمہ: ”ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن کر آئے گا۔“

احتساب کی بنیاد اور نفاذ:

احتساب اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں احتساب کی بنیاد آئین اور قانون کی حکمرانی ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان کے لئے کچھ

ضابطے، اصول اور قوانین ہیں، ان کی خلاف ورزی سے انسانی جسم کا نظام تباہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عالم کبیر یعنی کائنات بھی اگر قوانین کے مطابق بالخصوص اسلامی ریاست الہامی و شرعی ضوابط کے عین مطابق چلتی رہے تو اس کا نظام صالحیت کے نور سے منور رہتا ہے۔ جبکہ ان ضوابط کی خلاف ورزی سے اسلامی معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہمیں ان اصولوں اور کلیات کی اصل بنیاد ملتی ہے۔ جبکہ سیرت نبوی انہی قرآنی کلیات کو باقاعدہ آئین (Constitution) قانون (Law) اور نظام (System) کی صورت میں ڈھالتی نظر آتی ہے۔

احتساب کا نفاذ، آئین اور قانون کے خلاف ورزی پر ہوتا ہے۔ قانون کی نظر میں شاہ گدا برابر ہوتے ہیں۔ جو بھی آئین اور قانون کی خلاف ورزی کرے خواہ امیر ہو یا فقیر، سیرت نبوی میں اس کا کڑا اور بے لاگ احتساب ہوتا ہے۔ ایک اسلامی ریاست کا نظام مساوات پر مبنی ہوتا ہے اور وہاں عدل و انصاف کی حکمرانی ہوتی ہے۔ جہاں مساوات نہ ہو وہاں آمریت (Dictatorship) ہوتی ہے۔ اور آمریت، لاقانونیت، کو جنم دیتی ہے۔ مطلق العنانیت میں کوئی شخص حکمرانِ وقت سے سوال کرنے کی جرأت کر سکتا ہے، نہ ہی جواب حاصل کر سکتا ہے۔ جب کہ اسلام کے نظام احتساب میں ایک عورت بھی خلیفۂ وقت کو کسی مسئلہ پر ٹوک سکتی ہے۔

باب نمبر 3

بعثت نبوی سے قبل عرب میں نظام عدل و احتساب

بعثت نبوی ﷺ سے قبل عرب میں نظام عدل و احتساب:

بعثت محمدی ﷺ سے قبل جزیرۂ عرب میں باقاعدہ (Regular) اور منظّم (Orgnised) حکومت نہیں تھی۔ دور حاضر کے قبائلی نظام سے ملتا جلتا خاندانی نظام تھا۔ عموماً جھگڑوں کے فیصلے قبیلے کے سردار (Head of family) کیا کرتا تھا۔ اس طرح وہ اپنے سارے انتظامی امور علاقائی اور خاندانی رسم و رواج (Customs and useges) کے مطابق نمٹاتے تھے۔ سیرت نگاروں اور مورخین نے اس دور کے عدالتی نظام کو ''عہدیت'' کے نام سے بیان کیا ہے۔ جس سے مراد مختلف خانہ بدوش قبیلوں کا باہمی میل جول اور اس کے نتائج تھا۔ اس طرح انصاف کے ماحول کے لئے ان کے ہاں تین طریقے رائج تھے۔

(۱)۔ پنچ (۲)۔ کاہن (۳)۔ تحکیم۔

(۱)۔ پنچ: جھگڑوں کے تصفیۓ کے لئے پنچ مقرر تھے۔ فریقین اپنا مقدمہ لے کر ان کے پاس آتے اور ان کا موقف سننے کے بعد کسی ایک کے حق میں فیصلہ صادر کر دیتے اور پنچ کا فیصلہ حتمی سمجھا جاتا تھا۔

(۲)۔ کاہن: اس سے مراد غیب کے علم کا دعویٰ کرنے والے مذہبی لوگ تھے جن کے فیصلے خدائی یا الہامی (Revealed) سمجھے جاتے تھے۔ اور ان کے صادر شدہ فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(۳)۔ تحکیم: عرب کے بعض معتبر لوگ خاندانی و معاشرتی جھگڑوں میں ثالثی کا کردار ادا کرتے تھے۔ فریقین کے بارے میں ثالث کے فیصلے کو فائنل سمجھا جاتا تھا۔ عالم عرب کا عدل و انصاف اور احتساب کا سارا نظام ان ہی تین طریقوں کے گرد گھومتا

تھا۔ مگر اعلان بعثت نبوی کے بعد زمانہ جاہلیت کے تمام رسوم و رواج کو منسوخ کر دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو ایک نئے نظام حیات سے متعارف کروایا۔ مسلمانوں کا تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت کفار و مشرکین سے الگ تھا۔ تاہم آپ نے زمانہ قبل از اسلام (Pre.Islamic Period) کے ان اصولوں کو بدستور قائم رکھا جن سے شرک کی بو نہیں آتی تھی۔ اور جو اسلام کی مبادیات سے متصادم نہیں تھے۔

اگر چہ مکہ مکرمہ میں تیرہ سالہ نبوی جدوجہد زیادہ تر دعوت و تبلیغ کے اردگرد گھومتی ہے اور اس وقت باقاعدہ حکومت و ریاست تشکیل نہ دی گئی تھی۔ لیکن ہجرت مدینہ کے فوراً بعد حضور اکرم ﷺ نے دعوت تبلیغ اور جہادی و انقلابی کاوشوں کے ساتھ ساتھ باقاعدہ ریاست مدینہ کی تشکیل کو اپنی اولین ترجیحات میں شامل رکھا۔ اسی وجہ سے آپ نے مدینہ طیبہ آتے ہی یہود سے ایک میثاق (Pact) کیا۔ جس کی رو سے یہ طے پایا کہ اگر کوئی قبیلہ باہر سے حملہ کرے گا تو مسلمان اور یہود مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے۔ اس طرح یہ ایک قسم کا دفاعی معاہدہ (Defencive treaty) تھا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے جس دستور (Constitution) پر اسلامی ریاست کی تشکیل فرمائی۔ وہ باون دفعات پر مشتمل تھا۔ اور خوش قسمتی سے اس کا متن کا ایک ایک لفظ آج تک محفوظ ہے۔ اس میں آپ نے عدل و احتساب کے بارے میں باقاعدہ شقیں مقرر فرمائیں۔ جو انصاف کے فطرتی تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے اجتماعی مفادات کی ضمانت بھی مہیا کرتی ہیں۔

مغربی مفکر کا رسالت مآب ﷺ کے مقدر اعلیٰ اور قانون دان تسلیم کرنا

مغربی مفکر ولسن آر کے (Wilson R.K) لکھتا ہے:

In islam the most conspicuous fact

about Muhammad (PBUH) is that he was not merely a divine prophet but also a temoral ruler who governed, punished and legislated. After the great flight an A.D. 622 to Madina, when Muhammad (PBUH) acquired Polictical powqer he was sovereijn because of his prophetic office. The mosque was his council chamber and hall of audience, the friday sermon his opportunity for declaretions of policy and when he uttered his most preaching injunctions he spoke as the very mouthpiece of the deity. [۲]

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کا نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ آپ محض پیغمبر ہی نہیں تھے بلکہ ایک ایسے حکمران تھے جو حکومت کی مسند انصاف پر تمکن ہوئے۔ لوگوں کو ان کے جرائم پر سزائیں دیں اور قانون سازی کی۔ ۶۲۲ء میں ہجرت مدینہ کے بعد جب آپ کو سیاسی قوت حاصل ہوگئی تو منصب رسالت کے ساتھ ساتھ مقتدر اعلیٰ بھی تھے۔ لیکن آپ کا مقتدر اعلیٰ ہونا منصب رسالت کے ساتھ مختص تھا۔ مسجد آپ کی سرگرمیوں کا محور اور عوامی اجتماع کا مرکز تھی۔ خطبہء جمعہ آپ کی پالیسیوں کے اعلان کا ذریعہ ہوتا تھا۔ اور جب آپ کی زبان مبارک سے مختلف احکامات جاری ہوتے تو وہ بے مثل فہم و بصیرت کے آئینہ دار ہوتے تھے۔

خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا عالمی چارٹر:

آپ نے ۱۰ ہجری حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی حقوق کا عالمی منشور (International Charter of Human Rights) بنی نوع انسان کو عطا فرمایا۔ تو اس میں انسان کے تین بنیادی حقوق جان، مال اور آبرو کی حفاظت کو لازمی قرار دیا۔ اور اسمیں قرضوں کے لوٹانے، امانتوں کی واپسی اور سود کی حرمت کا بطور خاص اعلان فرمایا۔ یہ سب چیزیں احتساب کے نظام کی اساس کا درجہ رکھتی ہیں۔ نیز آپ کا عطا کردہ یہ منشور انسانیت ہی دراصل قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ورلڈ آرڈر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے لئے کسی ''نیو ورلڈ آرڈر'' کی اتباع و پابندی میرے نزدیک شرک کے مترادف ہو گی۔ کیونکہ مسلمانوں کے محبوب ﷺ نے اسی خطبہ حجۃ الوادع کے موقع پر ارشاد فرمایا۔

''کل شی من امر الجاھلیۃ تحت قدمی''

یعنی میں آج سے زمانۂ جاہلیت کے تمام قوانین، معاہدات اور رسوم و رواج کو اپنے قدموں کو نیچے مسلتا ہوں اور قرآن وسنت پر مبنی الہامی خدائی قانون کی بالادستی کا اعلان کرتا ہوں۔

جب ریاست مدینہ کی حدود پھیلنے لگیں تو حضور اکرم ﷺ نے محاصل کی وصولی، مقدمات کے فیصلوں اور اصلاح احوال کے لئے جن گورنرز اور حکام کو مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ ان کا باقاعدہ احتساب فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ بازار تشریف لے گئے۔ ایک آدمی کو کوئی چیز تولتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''ائتزن وارجح'' (اچھی طرح اور جھکتا ہوا تولو)

اس طرح اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے آپ ہی نے احتساب کا حقیقی نظام قائم فرمایا۔

باب نمبر 4

عہد نبوی میں
بے لاگ احتساب کی
عملی جھلکیاں

قرآن مجید میں احتساب کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے احتساب کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویا مرون بالمعروف عن المنکر واولئک هم المفلحون"[1]

ترجمہ: اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ احتساب فرض کفایہ ہے۔

اسلامی نظام احتساب کا مقصد ہی اسلامی اقتدار کا فروغ و قیام اور خلاف اسلام منکرات کو مٹا دینا ہے۔

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں:

سیرت طیبہ میں لوگوں کا احتساب بے لاگ اور کڑا تو ہے لیکن ساتھ کھرا بھی ہے۔ جب ہم فلسفہء احتساب کے مفہوم کو حضور ﷺ کی چشمے کے پانی سے بھی نکھری ہوئی سیرت طیبہ کے پیمانے پر پرکھتے ہیں تو ہمیں گلشن سیرت محمدی ﷺ میں سے کچھ ایسی جانفزاء کلیاں ملتی ہیں جو قولی احادیث سے مزین ہیں جبکہ بعض ایسے روح پرور واقعات بھی ہیں۔ جن میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ فلسفہء قصاص کی عملی صورت پیش کرتی ہے۔ تو اس سے نہ صرف ذہن مطمئن ہوتے نظر آتے ہیں بلکہ اس کی دلکشی و

چاشنی مشام جاں کو بھی معطر و منور کرتی چلی جاتی ہے۔

عموماً جب ہم بڑے لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اگرچہ ان کے خوبصورت اور بسیط افکار و نظریات دلوں کو مسحور کر دیتے ہیں۔ لیکن جب انہی کی عملی زندگیوں میں ان کے افکار و نظریات کی جھلک ڈھونڈنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کی فکر و عمل کی ہم آہنگی تو کجا ان کے نظریات اور عملی زندگی میں اس قدر تضاد (Contrast) نظر آتا ہے کہ اس کی عفونتوں سے انسان کا دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ یعنی ایک طرف تو انسانیت کی فلاح و بقا کے لئے پیش کردہ خوبصورت فلسفے جگمگ کر رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف خود ہی انہی کی اخلاق باختگی اور سیاہ کاریوں نے ان کی اپنی زندگیوں میں گھپ اندھیرا برپا کیا ہوتا ہے۔

لیکن جب ہم اس کائناتی تاریخ (The history of universe) میں حضرت محمد ﷺ کی مبارک زندگی کے شب و روز کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو آپ کے الہامی اقوال کا جمال تو عروج پر نظر آتا ہی ہے مگر عملی زندگی دیکھیں تو وہ شبنم کی طرح پاکیزہ اور پھولوں کی طرح مہکی ہوئی نظر آتی ہے۔

فلسفہء احتساب پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من رای منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان“ [۲]

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹادے اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے اسے برا کہے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو پھر دل سے ضرور برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اسی طرح سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

"رایت الناس یضربون علی عهد رسول الله ﷺ اذا اشترو الطعام جز افا ان یبیعوه حتی یو وه الی رحالهم" [۳]

ترجمہ: میں نے عہد نبوت میں دیکھا کہ اگر لوگ غلہ کے ڈھیر (بغیر وزن) خرید لیتے اور اسے اپنے ٹھکانوں پر لے جانے سے قبل فروخت کر دیتے تو ان کو سزا دی جاتی۔

اس حدیث مبارکہ سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یہ استنباط کرتے ہیں کہ یہ روایت بازار والوں پر محتسب مقرر کرنے کی اصل ہے۔ اور اسی سے یہ استشہاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر تاجر اپنے معاملات میں احکام شرعی کی خلاف ورزی کرے تو اسے سزا دی جا سکتی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ولئی امر کو بیع فاسد کرنے والے شخص کو ضرب وغیرہ کی تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔ میرے نزدیک اس حدیث میں ناپ تول میں کمی وبیشی پر تعزیری سزا کے حکم سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں محض احتساب نہیں بلکہ بے لاگ احتساب ہوتا تھا۔

عہد نبوی میں احتساب کا طریقہء کار:

نبی کریم ﷺ جنہوں نے نظام احتساب کو متعارف کروایا۔ آپ کے دور اقدس میں احتساب کا درج ذیل طریقہ رائج تھا۔

(۱) سزاؤں میں قید کی سزا دینا آپ سے ثابت ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی

تھی کہ مجرم کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا جاتا تھا۔

(۲) نیکی کے فروغ اور برائی کے سد باب کے لئے آپ خود بازاروں کا گشت فرماتے تھے۔ اور موقع و محل کی مناسبت سے احکام صادر فرماتے تھے۔

(۳) سنگین جرائم کی صورت میں حدود کا اجراء بھی فرماتے تھے۔ اور سخت تعزیری سزائیں بھی دیتے اس مقصد کے لئے آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کر رکھا تھا۔ جنہیں یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ کسی کو محبوس کریں یا گرفتار کریں۔

(۴) بعض اوقات صحابہ کرام کسی ناپسندیدہ فعل پر مجرم کو پکڑتے اور بارگاہ نبوی میں پیش کر دیتے۔ آپ کیس سن کر جو مناسب ہوتا فیصلہ فرما دیتے۔

(۵) مجرموں کو سزا دینے کے لئے آپ نے حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت مقداد بن الاسود، محمد بن سلم، عاصم بن ثابت، ضحاک اور سفیان کلابی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مامور کر رکھا تھا۔

(۶) اس دور میں نبی کریم ﷺ خود بھی اور بعد میں آپ کے پیرو کار بھی سرسری سماعت کے بعد فیصلہ فرما دیتے تھے۔ جبکہ قاضی مکمل عدالتی کاروائی کے بعد فیصلہ کرتا تھا۔ یعنی پہلے مقدمہ درج ہوتا پھر مدعا علیہ کو طلب کیا جاتا۔ فریقین کے دلائل سننے کے بعد تسلی اور اطمینان سے فیصلہ کیا جاتا تھا۔

عہد رسالت مآب ﷺ میں نظام احتساب:

جب ہم عہد رسالت مآب ﷺ میں نظام احتساب کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو اگرچہ ’’حسبہ یا احتساب‘‘ کی باقاعدہ اصطلاحیں متعارف نہیں تھیں

لیکن وہ تمام امور بحسن و خوبی سر انجام دیئے جاتے جو کسی طرح ''حسبہ یا احتساب'' کے زمرے میں آتے ہیں۔ بلکہ نام کے بغیر احتساب کا پورا نظام چل رہا تھا۔ کیونکہ جب ریاست مدینہ کی حدود پھیلنے لگیں تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے باقاعدہ افراد مقرر تھے۔ مثلاً عہدِ نبوی میں ہی اس فریضہ کے انجام دہی کے لئے مدینہ منورہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مکہ مکرمہ میں حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بطور محتسب مقرر کیا گیا۔

آج امت مسلمہ جس فکری الجھاؤ اور عملی زوال کا شکار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ہی اسلام کے عطا کردہ عالمگیر نظام حیات سے انحراف ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بندگی کے لئے سجدہ ریزیاں تو دہلیز ربوبیت پر کرے لیکن اپنے معاملات اور دنیوی زندگی میں نکھار پیدا کرنے کے لئے ماؤ، لینن اور کارل مارکس کے فکری دروازوں پر دستک دیتا رہے۔ اسلام نے طبقاتی اور معاشرتی امتیازات کی ساری دیواریں منہدم کر کے مساوات کا وہ ارفع و اعلیٰ نظام قائم کیا ہے۔ کہ جہاں مجرم خواہ نسبی یا معاشرتی حوالے سے کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو قانون سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا بلکہ اگر ہم اسلامی قانون کا مادی اور اشتراکی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ کریں تو بسا اوقات انسان کے بنائے ہوئے قوانین شکست کھاتے اور مجرم دندناتے نظر آتے ہیں لیکن اس کے برعکس ہم عدالت محمدی ﷺ کے کٹہرے میں قانون عدل کو فاتح اور مجرم کو تختہ دار پر لٹکتا ہوا دیکھتے ہیں۔

مغرب میں سربراہ مملکت کے احتساب کا تصور

اہل مغرب کا نظریہ یہ ہے کہ صدر مملکت یا سربراہ ریاست کے خلاف دعویٰ دائر نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کا احتساب کیا جا سکتا ہے۔

ہڈ فلپس لکھتا ہے۔

" The Maxim " The king can do no wrong" meant not only that the king could not be made liable by action but also taht wrong could not be imputed to the king and therefore he could not be said to hare authorised another to commit a wrong. ؎

ترجمہ: یہ مقولہ کہ بادشاہ سے غلطی سرزد نہیں ہوسکتی۔ اپنے اندر اس مطلب کو سموئے ہوئے ہے کہ بادشاہ کیخلاف چارہ جوئی نہیں ہوسکتی۔ کوئی غلطی بادشاہ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح یہ بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دوسرے کو غلطی کرنے کی اجازت دے گا۔

تو یہ ہے سربراہ مملکت کے احتساب کے بارے میں اہل مغرب کا نظریہ کہ اس سے غلطی کے صدور کا امکان ہی نہیں۔ جبکہ اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ پیغمبر انقلاب حضرت محمد ﷺ نے نہ صرف یہ کہ نظریہ احتساب پیش فرمایا بلکہ اپنے پیش کردہ نظریہ احتساب کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ نتیجتاً آپ کے متبعین خلفائے راشدین نے بھی اتباع نبوی میں نظام احتساب کی مضبوطی کیساتھ ساتھ خود کو احتساب کیلئے پیش کرنے کی زریں مثالیں قائم کیں جو قیامت تک آنے والے سربراہان مملکت کیلیے مثالی نمونہ ہیں۔

عہد نبوی میں بے لاگ احتساب کی عملی جھلکیاں

حضور اکرم ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جہاں قانون کسی کے اقتدار، دولت یا حسب ونسب کے مفاخر کے ہاتھوں مات کھا گیا ہو بلکہ ہمیشہ مظلوم سرخرو تو ظالم ناک رگڑتا نظر آتا ہے۔

عہد نبوی میں ایک مرتبہ خاندان مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسد چوری کا ارتکاب کرتی ہے۔ یہ خاندان چونکہ قریش میں بڑی عزت و وجاہت کا حامل تھا۔ اس لئے لوگ چاہتے تھے کہ یہ عورت شرعی حد کے نفاذ سے محفوظ رہے کیونکہ اگر اس پر عملدرآمد ہو گیا تو اس خاندان کا وقار خاک میں مل جائے گا۔ چنانچہ اس خاندان کے چند سرکردہ لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ کے کسی قریبی رشتہ دار یا عزیز کو بارگاہ نبوت میں سفارش کیلئے بھیجتے ہیں۔ آخر ان لوگوں کی نگاہ انتخاب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو چنا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ ان سے اسطرح پیار فرماتے تھے جسطرح کہ حسنین کریمین پر آپ کی شفقت ومحبت کا بادل برستا تھا۔ حضرت اسامہ لوگوں کے اصرار پر اس کام کیلئے تیار ہو گئے جب انہوں نے رسول ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں اس عورت کی شرعی حد کی معافی کیلے سفارش کی۔ تو آپ کا چہرہ انور غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپ فرمانے لگے۔

''اتشفع فی حد من حدود اللہ''

ترجمہ: کیا تو حدود اللہ کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا ہے۔

بنی اسرائیل اسی لئے تباہ ہو گئے کہ وہ غریبوں پر بلا تامل حد جاری کر دیتے تھے اور امراء سے درگزر کرتے۔

”والذی نفسی بیدہ نو فاطمۃ فعلت ذانک لقطعت یدھا“ [۵]

ترجمہ: قسم ہے اس رب ذوالجلال کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے (یہ تو فاطمہ بنت اسد ہے) اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

بھلا کڑے اور کھرے احتساب کی اس سے بھی بڑھ کر کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ کہ ایک طرف وہ ذات ہے جسکی زبان اقدس سے نکلنے والا لفظ اللہ کا قانون بن جاتا ہو اور جن کے رب کریم نے انہیں بے شمار اختیارات سے نواز رکھا ہو۔ مگر وہ ذات انصاف کے دامن کو استحصال کے ناپاک خون کے چھینٹوں سے بچانے کیلئے یہ فرما رہی ہو کہ بنو مخزوم کی خاندانی عزت و تکریم خاندان نبوت سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ تو قریشی خاندان کی ایک خاتون ہے۔ اگر میری لخت جگر بھی ایسے فعل کا ارتکاب کرتی تو میں نسبتوں کا لحاظ کئے بغیر خدا تعالیٰ کے قانون کی بالادستی کیلئے اس کے ہاتھ کاٹنے کا اعلان فرما دیتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

کوئی مستشرق یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ نظری اعتبار سے تو یہ بات درست ہو سکتی ہے۔ مگر عملی طور پر کسی شخصیت کا خود کو یا اپنی لخت جگر کو کسی دردناک اذیت میں مبتلا کرنا بڑا تلخ اور صبر آزما مرحلہ ہے۔

مگر سیرت محمدی ﷺ میں ہمیں صرف نظریات کی سحر انگیزیاں ہی اپنا کمال دکھاتی نظر نہیں آتیں۔ بلکہ ایسے ایسے ایمان افروز واقعات بھی پڑھنے کو ملتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اغیار دنگ تو عشاق مچل مچل جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اپنے ہی پیش کردہ افکار

پر عملدرآمد بڑا جانگسل مرحلہ ہوتا ہے۔ مگر محمد عربی ﷺ کے اسلوب حیات میں وہ اثر آفرینی اور دلوں کو موہ لینے والی چاشنی نظر آتی ہے۔ جس نے عرب کے گنوار واجڈ بدوؤں اور صاحب ثروت جاگیرداروں کے دلوں میں شگاف ڈال دیئے۔ اور وہ اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ واقعی اپنے کئے ہوئے پر عمل پیرا ہونے میں محمد ﷺ (فداہ ابی وامی) کا کوئی ثانی نہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کا خود کو قصاص کیلئے پیش کرنا

مکتب ربوبیت کی فیض یافتہ یہ ہستی فقط احتساب پر لیکچر دیتی ہی نظر نہیں آتی۔ بلکہ خود کو عملی طور پر بھی پیش کرتی ہے۔ یقیناً انسانی تاریخ ''خود سپردگی قصاص'' کی ایسی مثال پیش کرنے سے عاجز ہوگی۔ چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا تھا۔ کہ بدر کے مقام پر جنگ کے ریگزاروں میں عین اس وقت جب اسلام اور کفر کی پہلی ٹکر ہونے والی تھی۔ ادھر دشمن جنگ کیلئے تیار کھڑا ہے ننگی تلواریں چمک رہی ہیں۔ ادھر رسول مقبول ﷺ اپنے غلاموں کی صفیں سیدھی کروا رہے ہیں۔ سواد بن غزیہ ایک خوش طبع اور خوش فہم صحابی تھے۔ وہ ذرا صف سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں میں چھڑی تھی۔ آپ ڈسپلن کے بڑے پابند تھے۔ آپ نے وہ چھڑی سواد کے پیٹ پر مار کر فرمایا ''اِسْتَوِ یَا سَوَادُ'' (اے سواد! صف کے برابر کھڑے ہو) حضرت سواد کو موقع مل گیا۔ وہ عرض کناں ہوئے۔ اے میرے آقا ﷺ آپ عدل وانصاف کا درس دینے اور دنیا میں مساوات کا نظام قائم کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ آپ نے مجھے چھڑی ماری ہے۔ لہٰذا ''فَاقِدْنِی'' (مجھے اس چوٹ کا بدلہ لینے دیجئے) میدان جنگ میں اس قسم کا مطالبہ

فوجداری اصولوں کے خلاف تو ہے ہی لیکن اخلاق بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ادھر دشمن آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہو۔ اور ادھر ایک سپاہی اپنے جرنیل سے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حضرت سواد کی اس جسارت پر نہ صرف متحیر، بلکہ اندر ہی اندر سے ناراض بھی ہوئے۔ مگر جلال نبوت کے سامنے لب نہ کھول سکے۔ اور نہ سواد کے اس جذبہ شوق کے پیچھے اٹھکیلیاں کرتی اس موج محبت کو دیکھ سکے۔ جس نے اسے بے قرار کر رکھا تھا۔ یہاں دنیا کی کسی اور فوج کا سربراہ ہوتا تو ایسے سپاہی کیلئے ''کورٹ مارشل'' کا حکم دیتا۔ مگر یہ تو کریم ذات تھی۔ آپ نے وہ چھڑی سواد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''استقد'' (سواد آؤ بدلہ لے لو) سواد بولے میرے جسم پر خالی کپڑے تھے اور آپ نے زرہ پہنی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ گواہ ہیں کہ مصطفیٰ کریم ﷺ نے اپنی زرہ کے بٹن کھول دیئے اور فرمایا سواد! آگے بڑھو اور بدلہ لے لو۔ ادھر حضرت سواد رضی اللہ عنہ ''فاعتنفقہ فقبل بطنہ'' (لپک کر آگے بڑھے۔ اپنے محبوب آقا ﷺ کو گلے لگایا۔ اور آپ کے بطن مبارک کو چومنے لگے۔ آپ نے پوچھا، سواد! یہ کیا کر رہے ہو انہوں نے عرض کی۔ اے میرے دلربا آقا ﷺ! ''حضر ماتری'' (یہ مرحلہ جنگ جو درپیش ہے وہ تو آپ ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں) ''فاردت ان یکون آخر العھد بک ان یمس جلدی جلدک'' میرے دل میں یہ تمنا مچل رہی تھی کہ میدان جنگ میں موت آنکھوں کے سامنے محو رقص ہے تو موت کی ابدی اور پرسکون آغوش میں جانے اور شہادت کی شراب طہورا پینے سے پہلے کیوں نہ اپنے جسم کو اپنے من ٹھار آقا ﷺ کے عطر بیز جسم سے مس کر لوں۔ تاکہ جسم محمدی ﷺ کے انگ انگ میں رچی بسی خوشبوؤں

سے میں بھی عنبر حاصل کر سکوں اور یہ لمس آخرت کی تمام منازل تک میرے لیئے فرحت و انبساط کا سبب بنا رہے۔[۶]

یہ واقعہ ایک طرف ایک جاں نثار اور باوفا غلام کی اپنے محبوب آقا ﷺ سے بے پناہ محبت و وارفتگی کا درس دیتا ہے۔ تو دوسری طرف نسل انسانیت کے پیشوا کی خود کو قصاص کیلیئے پیش کرنے کی عملی مثال بھی فراہم کرتا ہے۔ یہ مثال تو آپ کی خود کو قصاص کیلیئے پیش کرنے سے متعلق تھی۔ مگر سیرت طیبہ میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ کسی قریبی عزیز یا صحابی پر آپ بہت زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔ لیکن جب وہ کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو بارگاہ نبوت کا قانون اسے قرابت داری یا ذاتی مراسم کی بنا پر معاف نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر بھی شریعت کی حد اسی طرح لاگو کی جاتی ہے۔ جس طرح باقی لوگ قانون کے بے رحم شکنجے میں جکڑے جاتے ہیں۔

ایک پیارے غلام کے احتساب کی مثال

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک بہت ہی پیارے صحابی حضرت خمار رضی اللہ عنہ تھے۔ صحابہ کرام کو بھی ان سے اس لیے محبت تھی کہ وہ جب بھی بارگاہ نبوی میں آتے تو اپنی شگفتہ مزاجی کی بنا پر کوئی ایسی بات کرتے جس سے اپنے محبوب آقا ﷺ کو خوش کرنا مقصود ہوتا۔ چنانچہ ان کے مزاج کیوجہ سے رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے تو ایک دلنواز مسکراہٹ آپ کے چہرۂ اقدس پر پھیل جاتی۔ جس سے جانثاران مصطفی ﷺ کی طبیعتیں بھی کھل جاتی تھیں۔

ایک دفعہ اپنی فطرت طبعی سے مجبور ہو کر حضرت خمار رضی اللہ عنہ شراب پی بیٹھے۔ جب اس واقعہ کی خبر آپ ﷺ کی بارگاہ عظمی میں پہنچی تو آپ نے ذاتی تعلقات کو بالائے

طاق رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''خمار'' کو کوڑے مارے جائیں۔ ان کے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مراسم بے لاگ احتساب کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ چنانچہ حضرت خمار کو حضور ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام کے سامنے شرعی حد پر عمل کرتے ہوئے کوڑے مارے گئے۔ البتہ جب انہیں کوڑے مارے جا رہے تھے تو ایک صحابی نے انہیں برا بھلا کہا تو حضور اکرم ﷺ نے اس صحابی کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اسے ایسا نہ کہو'' انہ یحبنی '' ے

ترجمہ: یہ (گنہگار ضرور ہے مگر) مجھ سے محبت کرتا ہے۔

سیرت نبوی میں بے لاگ احتساب کا یہ پہلو زمین عدل میں وہ گل فشانیاں کرتا ہے کہ جس سے اقربا پروری کے درخت جڑ سے اکھڑتے اور احتساب کی روح پرور کونپلیں پھوٹتی ہیں اور عدل کی معطر کلیاں چٹختی نظر آتی ہیں۔ اور ان سے آنے والے باد صبا کے جھونکے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ اے محمد عربی ﷺ کو اپنے ایمان کا مرکز و محور بنانے والو! اگر تمہیں کسی منصب پر فائز کر دیا جائے اور تمہارے سامنے بھی کوئی ایسا مقدمہ آئے جس میں ایک طرف دوستی و رشتہ داری کے جذبات ہوں تو دوسری طرف عدل و انصاف کی پامالی کا خوف تو خبردار! اپنے احساسات و جذبات کو دبائے رکھنا۔ لیکن انصاف کے تقاضوں کا خون نہ ہونے دینا۔ تب ہی جا کر روح محمدی ﷺ تم پر خوش ہوگی۔ کیونکہ دنیوی مراسم کی ڈوری کٹنے کا نقصان اتنا زیاہ نہیں ہوگا۔ جتنا اس تعلق کے ٹوٹ جانے سے ہوگا۔ جو نہ صرف دنیا میں ایمان کی مضبوطی اور قبر کے مراحل میں آسانی کا ذریعہ بنے گا۔ بلکہ روز محشر بھی اس تعلق مصطفوی ﷺ کی ٹھنڈی چھاؤں میں طمانیت و سکون نصیب ہوگا۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام مین احتساب کی اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ نیز اسلام فرد کی شخصی زندگی سے لیکر اجتماعی زندگی تک کس قدر مساوات کا داعی ہے۔

باب نمبر

5

حکومتی اہلکار کی تعیناتی کیلئے اسلامی شرائط

اور

محتسب کیلئے شرائط و فرائض

اسلام میں منصب کا مقصد

اسلام میں اختیار و اقتدار کے جملہ مناصب ''معروف'' کے حکم اور ''منکر'' کے انسداد کیلئے ہیں۔

امام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔

''جميع الولايات انما مقصودها الامر بالمعروف والنهى عن المنكر''[1]

یعنی ہر منصب کا مقصد یہ ہے کہ اس سے اللہ کا دین غالب ہو اور منکرات مٹا دیئے جائیں۔ غرض اسلام کے نظام کا ہر شعبہ اسلامی تعلیمات کے فروغ و قیام اور خلاف عدل و انصاف امور کے سدباب کیلئے ہوتا ہے۔

اسلام میں حکومتی اہلکار کی تعیناتی کی شرائط

حضور اکرم ﷺ خود بھی جن لوگوں کو کوئی ریاستی ذمہ داری سونپتے تو انہیں پند و نصائح سے نوازتے کہ دینی فرائض میں نہ خود کوتاہی کا مرتکب ہونا اور نہ ہی کسی اور شخص کو اسلامی شعار کی پامالی کی اجازت دینا۔ تاہم آپ ﷺ کے بعد آپ کی فیض یافتہ اور تیار کردہ ٹیم نے جب عنان حکومت سنبھالی تو انہوں نے گورنرز، وزراء، سفراء یا دیگر حکومتی اہلکاروں کی تعیناتی کیلئے باقاعدہ شرائط رکھی ہوئی تھیں۔ مثلاً دور خلافت راشدہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو عامل مقرر فرماتے تو انصار اور دوسرے لوگوں پر مشتمل ایک جماعت کو گواہ بنا کر اس شخص سے چار شرائط کی پابندی کا حلف لیتے تھے۔

1- وہ عمدہ خچر پر سوار نہیں ہوگا (اگر ہم اس شرط کا دور حاضر پر انطباق کریں تو مراد یہ ہے کہ حکومتی کارندہ مرسڈیز، پجارو، اور لگژری گاڑیوں پر سفر نہیں کرے گا)

2- باریک کپڑے نہیں پہنے گا (یعنی کوئی حکومی نمائندہ بہت قیمتی سوٹ نہیں پہن سکتا)

3- چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا (یعنی تعیّشات والے کھانے اس کیلئے ممنوع ہوں گے)

4- اپنے دروازے پر دربان نہیں رکھے گا (یعنی کوئی حکومتی اہل کار سیکورٹی گارڈ کی فوج ظفر موج رکھنے کا روادار نہیں) اس وقت خلیفۂ وقت خود بھی باڈی گارڈ نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ عادل ہوتا تھا۔ اور عادل بجز خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ ان مذکورہ بالا شرائط کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی شخص کو حکومتی ذمہ داری دینے سے قبل اس کے ہاں مال کی تفصیلات معلوم کرتے اور انہیں تحریر فرماتے اور بعد ازاں وقتاً فوقتاً ذمہ داری سے پہلے اور بعد کے مال کا حساب کرتے اگر اس کی مالی حالت پہلے کی نسبت بہتر ہوتی تو اس سے سرعام سوال کرتے کہ یہ مال کہاں سے آیا ہے؟ اگر اس نے وہ مال ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہوتا تو نہ صرف اس سے مال ضبط کر کے بیت المال میں جمع کرواتے بلکہ اس حکومتی کارندے کو سزا بھی دیتے تھے۔

محتسب کیلئے شرائط

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ محتسب کیلئے درج ذیل شرائط لازمی قرار دیتے ہیں۔

(۱) عاقل ہو

(۲) مومن ہو (غیر مسلم محتسب نہیں ہوسکتا)

(۳) عادل ہو اور رذائل سے پاک ہو

(۴) حکومت کی طرف سے ماذون ہو

(۵). احکام احتساب کو نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہو

''کوہن'' (C.Cohen) ایک مغربی مفکر اسلام میں محتسب کے ادارہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے ''شروع میں اس ادارے کو Head of the suq یعنی صاحب السوق یا عامل السوق کہا جاتا تھا۔ کوہن اس ادارے کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نہ صرف نیکی اور اخلاق کے معاملات، تجارتی معاملات بلکہ مسلم عوام اور بالخصوص غیر مسلم خواتین کے ساتھ محتسب کا رویہ بہت اچھا ہوتا تھا۔ یہ ادارہ عوام الناس کی عزت و ناموس، مال و جان کا صحیح محافظ تھا''

اس ادارے کی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی خود بازاروں میں تشریف لے جاتے تھے اور بد دیانت و نا تجربہ کار تاجروں کو کوڑے مارتے تھے۔ اسطرح ایک سربراہ مملکت خود ادارۂ احتساب کی نگرانی کرتا تھا۔ جس کا آج کل کی دنیا میں تصور بھی محال ہے۔ اس وجہ سے امام الماوردی فرماتے ہیں۔

''الحسبه من قواعد الامور الدينية'' [۲]

ترجمہ: نظام حسبہ دینی امور کے قواعد میں سے ہے۔

محتسب کے فرائض

محتسب کی ذمہ داری ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کیلئے کمربستہ رہے۔

حقوق اللہ

1- مقررہ وقت پر اذانیں دلوائے۔ اور باجماعت نمازیں قائم کروائے۔ اور نماز نہ پڑھنے والوں کو ضرب وحبس کی سزائیں دے۔

2- سچ بولنے اور امانت کے ادا کرنے کا حکم دے اور منکرات یعنی جھوٹ اور خیانت سے منع کرے۔

3- لوگوں کو انفرادی نیکی کا حکم دے۔

4- رمضان المبارک کے تقدس کا خیال رکھے۔

حقوق العباد

اوّلاً: محتسب کا یہ فرض ہے کہ وہ سماجی و معاشرتی اور اخلاقی منکرات کا پتہ لگائے۔ اور ان کے مرتکب افراد کو تعزیری سزائیں دلوائے۔

ثانیاً: اشیاء میں ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی کا سدباب کرے نیز ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ کا خاتمہ کرے۔ اور اشیاء کی مناسب قیمتوں کا تعین کرے۔

ثالثاً: ظالم سے مظلوم کو حق دلوائے۔

رابعاً: ڈاکٹروں کو سند کے بغیر پریکٹس کرنے اور طبی نسخوں کے بغیر ادویات فروخت کرنے سے روکے۔

خامساً: پارکوں، کلبوں، ریستورانوں اور تفریح گاہوں میں مرد و زن کے اختلاط کو روکے۔

سادساً: کھانے پینے کی اشیاء کے معیار اور صفائی کا اہتمام کروائے۔

سابعاً: مسافر گاڑیوں میں منظور شدہ تعداد سے زیادہ سواریاں بٹھانے سے روکے۔

ثامناً: فحش لٹریچر، اخلاق سوز فلموں اور حیا باختہ موسیقی ختم کرنے کیلئے اہتمام کرے۔ [۳]

جانوروں کے بارے میں احتساب

حضور اکرم ﷺ نے جس عالمی اسلامی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ اس میں افراد کی ایسی تربیت کی کہ ان کے حسن معاملہ، امور مملکت کی انجام دہی میں حسن انتظام اور بے مثال قیادت کے اثرات سے غمزدہ انسانیت کے آنگن میں امن وسکون اور راحت و آرام کی بہاریں آ گئیں اور نہ صرف انسان بلکہ حیوان بھی ظلم و جبر کی چیرہ دستیوں سے محفوظ ہو گئے۔ خلفائے راشدین جانوروں کے بارے میں بھی لوگوں کا احتساب کرتے تھے۔

حضرت مسیّب بن دارم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے۔

”رایت عمر بن الخطاب یضرب جمالا وھو یقول حملت حملک مالا یطیق“ [۴]

ترجمہ: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک شتربان کو مارتے دیکھا۔ آپ اس سے کہہ رہے تھے کہ تو نے اپنے اونٹ پر اسکی قوت سے زیادہ بوجھ لاد دیا ہے۔

دور حاضر کی خود کو مہذب کہنے والی ریاستیں بھی بے لاگ احتساب کی ایسی نادر مثال پیش کرنے سے قاصر ہوں گی۔ خلافت راشدہ کے دور میں نہ صرف انسانی حقوق بلکہ

حیوانی حقوق کو بھی تحفظ فراہم کیا جاتا تھا۔ کیونکہ ان خلفاء کے سامنے اپنے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ کی مبارک زندگی کے شب و روز تابندہ مثالی نمونہ تھے اور انہوں نے وہ منظر بھی دیکھا تھا کہ جب نبی کریم ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور آ کر آپ پر جھک گیا۔ آپ ﷺ نے کھجور کی (ہلکی) سی سوکھی شاخ سے اسے ضرب لگائی۔ جس سے اس کے منہ پر خراش آئی۔ اس کے منہ پر ہلکی سی خراش دیکھ کر مقتدائے انسانیت ہستی بے قرار ہوگئی۔ اور فرمانے لگے ''تکلیف ہوئی ہوگی۔ یہ پکڑو شاخ اور مجھ سے قصاص لے لو''۔ اس باوفا غلام نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا ہے۔ [۵]

آج اگر ہم چاہتے ہیں کہ ظلم و جبر کی سیاہ رات چھٹ جائے اور آفتاب عدل پھر نور افشانیاں کرنے لگے۔ استحصال کی نجاست سے آلودہ ماحول مساوات کی خوشبوؤں سے مہک اٹھے اور ایک اسلامی معاشرہ میں فسق و فجور، بے اطمینانی اور انارکی سی فضا ختم ہو جائے تو ہمیں سیرت طیبہ سے راہنمائی لے کر اپنے نظام ہائے مملکت کی نوک پلک سنوارنی ہوگی۔ کیونکہ دکھوں، مصیبتوں اور افراتفری کا شکار نسل انسانیت محمد عربی ﷺ کی حیات طیبہ کو مشعل راہ بنا کر ہی امن و آشتی کے گلستانوں میں سکھ کا سانس لے سکتی ہے۔ کیونکہ

؎ خرد کی روشنی تھی، نہ جنوں کی آگہی
تیری رہبری سے پہلے، یہ جہاں، جہاں نہیں تھا

باب نمبر
6

نظام احتساب عہد صدیقی و دور فاروقی میں

دور خلافت راشدہ میں نظام احتساب

خلافت راشدہ کا نظام منہج نبوت کے عین مطابق تھا۔ خلفائے راشدین دراصل مدرسۂ محمدی کے ہی پروردہ تھے۔ اس لیے ان کے فکر و عمل پر نبوی فکر کی گہری چھاپ تھی۔ انہوں نے نہ صرف حضور اکرم ﷺ کی عالمگیر اور آفاقی فکر کو اپنایا۔ بلکہ حضور نبی مکرم ﷺ کے شب و روز سے واقف ہونے کی وجہ سے خصائص و شمائل نبوت کو بھی اپنا لیا تھا۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ نظام احتساب کے بارے میں آپ کی روشن ہدایات و تعلیمات کو حرز جاں نہ بناتے۔ یہ امر طے شدہ ہے کہ خلفائے اربعہ نے احتساب کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ اصول و ضوابط کو مزید نظم و ضبط کی لڑی میں پرو دیا

عہد صدیقی میں احتساب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیرت رسول ﷺ کے کامل متبع تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے لیئے خلیفۃ اللہ کی بجائے خلیفۃ الرسول ﷺ کا لقب پسند فرمایا۔ آپ کے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جزیرۂ عرب میں ہر طرف سے بغاوتوں، شورشوں اور ہنگاموں کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ ایک طرف جھوٹی نبوت کے دعویداروں نے ختم نبوت محمد ﷺ کے قصر رفیع میں رخنہ اندازی کی مذموم کوشش کی تو دوسری طرف بعض قبائل نے اسلام کے اساسی رکن زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اس طرح آپ کا اڑھائی سالہ مختصر دور خلافت بغاوتوں کو کچلنے کی نذر ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے نظام خلافت کو مستحکم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور ساتھ ہی آپ نے عہد نبوی سے جاری کسی کام یا نظام میں تبدیلی کی ضرورت محسوس نہ فرمائی۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال مبارک تک جزیرۃ العرب کی جغرافیائی حدود کو منقسم نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انتظامی سہولت کے خیال سے اسلامی ریاست کو مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، صنعاء، نجران، بحرین، حضرموت اور دومۃ الجندل کے مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ ان صوبوں میں آپ نے حضور اکرم ﷺ کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ کبار صحابہ کرام کو حاکم مقرر فرمایا۔ عہد صدیقی میں ہر حاکم و گورنر اپنی جگہ محتسب ہوتا تھا۔ تاہم اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نزاعات کی صورت میں مقدمات کے فیصلوں کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر فرمایا۔ لیکن اس دور میں روحانیت کا غلبہ تھا۔ تربیت نبوی کا فیضان تھا۔ لہٰذا بہت کم ایسا ہوتا کہ کوئی شخص کسی پر دست ظلم دراز کرتا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سال جسٹس رہنے کے باوجود کوئی مقدمہ نہ آیا۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس وقت اخلاق کا اعلیٰ معیار قائم تھا۔ حقوق و فرائض کی ادائیگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی تھی۔ اس کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے برملا یہ اعلان کر رکھا تھا ''جو شخص ایسا حاکم مقرر کرے کہ وہ رعایا کے حقوق کی حافظت نہ کر سکے تو ایسے حاکم پر خدا کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈال دے گا۔ خواہ وہ فرائض و نوافل ادا کرتا ہو'' [۱]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اگرچہ بڑے رقیق القلب انسان تھے ۔ لیکن اس کے باوجود شرعی حدود کی پامالی پر غضب ناک ہو جاتے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ کچھ لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اب صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ حضور ﷺ کو وصال فرمائے چونکہ ابھی چند دن

گزرے ہیں لہٰذا ان کے ساتھ نرمی برتی جائے۔ لیکن پیکر استقامت یہ ہستی فرمانے لگی۔

”واللہ لا قتلن من فرّق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ“

ترجمہ: قسم ہے رب کریم کی، ابوبکر اس کے ساتھ جنگ کرے گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا۔

اس طرح آپ نے شریعت مصطفوی کے اصولوں پر سختی سے خود بھی عمل کیا اور اپنی رعایا کے تمام افراد کو بھی کروایا۔ اس لحاظ سے آپ کا دور خلافت بعد میں آنے والوں کے لئے مثالی نمونہ ثابت ہوا۔

عہد فاروق میں احتساب:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے منصب خلافت سنبھالنے کے وقت اندرون عرب تک کافی حد تک شورشیں ختم ہو چکی تھیں۔ لہٰذا آپ کے دورِ خلافت میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو اسلامی ریاست ایک طرف مکہ مدینہ شام، بصرہ، کوفہ، مصر اور فلسطین کے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی تو دوسری طرف مشرق میں خراسان، آذربائیجان اور فارس کے تین صوبے اس ریاست کا حصہ تھے۔ طبری کے بیان کے مطابق ہر صوبہ میں حاکم اعلیٰ، میر منشی، دفتر فوج کا منشی، کلکٹر، افسر پولیس، خزانچی اور قاضی مقرر تھے۔ بعض حالات میں سپہ سالاری بھی الگ شعبہ ہوتا تھا۔ صوبوں سے نیچے اضلاع کی سطح تک اختیارات تقسیم کیے گئے۔ ہر ضلع میں کلکٹر، افسر خزانہ اور قاضی ہوتے تھے۔

احتساب کے نظام کو مظبوط کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موٴقف تھا کہ ظلم ہونے سے پہلے اسے روک دیا جائے۔ اس کے عملی اقدام کے طور پر

آپ نے دو کام کیئے ۔ ایک طرف حکام کی تنخواہوں میں اضافہ کیا۔ تو دوسری طرف انہیں سادہ طرز زندگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ، اور پابند بھی کیا۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک اہم اصول یہ تھا کہ ہر عامل کو تقرری کے وقت ایک پروانہ عنایت فرماتے ۔ جس میں اس کے اختیارات کی وضاحت ہوتی ۔ عامل (گورنر) اپنے صوبے میں جاتا تو وہاں کی جامع مسجد میں یہ پروانہ اجتماع عام میں پڑھ کر سناتا۔ جس میں اس بات کی وضاحت ہوتی کہ عامل اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرے گا اور اگر کوئی عامل اپنے اختیارات سے بڑھ کر کوئی ایسا عمل کرتا جو شریعت کے اصولوں کے خلاف ہوتا یا جس میں لوگوں کی حقوق کی پامالی کا خوف ہوتا۔ تو آپ اسے سرعام سزا دیتے۔

مدینہ طیبہ میں اگرچہ آپ خود محتسب کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ لیکن ''ابن عبدالبر'' کے بیان کے مطابق انتظامی و خلافتی مصروفیات کی وجہ سے آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو نائب محتسب مقرر فرمایا۔

محتسب کا فرض:

محتسب کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ اس بات کی نگرانی کرے کہ

(۱) دوکاندار ترازو میں عوام الناس کو دھوکہ نہ دیں۔

(۲) کوئی شخص سڑک پر مکان نہ بنائے۔

(۳) جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواری کے جانور رکھنے والوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

''الا اتقیتم اللہ فی رکائبکم ھذا الا علمتم ان لھا علیکم

حقا الا خلیتم عنھا فا کلت من نبت الارض '' ۲؎

ترجمہ: اپنی سواری کے جانوروں کے بارے میں تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم پر ان کا بھی حق ہے تو انہیں کھلا کیوں نہیں چھوڑ دیتے تا کہ زمین کا سبزہ وغیرہ کھالیا کریں۔

(۴) اعلانیہ شراب نہ بکنے دیا جائے۔

اس کے علاوہ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بازار کی نگرانی کے لئے حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ الماوردی کا بیان ہے کہ آپ نے جا بجا محتسب مقرر فرمائے تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ جن کی حیثیت عہد رسالت مآب ﷺ میں انسپکٹر جنرل پولیس کی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انے نہیں '' ادارہ نظر فی المظالم '' (احتساب بیورو) کا سربراہ بنادیا۔ اوران کی جگہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو انسپکٹر جنرل پولیس مقرر فرمایا۔ محکمۂ پولیس کو اس دور میں '' احداث '' کہتے تھے۔ اور پولیس کے افسران کو '' صاحب الاحداث '' کہتے تھے۔

مالی بدعنوانی کی سزا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے دور خلافت میں ایک شخص نے جعلی سرکاری مہر تیار کر کے ایک فرضی حکم نامہ لکھا اور بیت المال سے کچھ رقم خرد برد کی۔ اور مالی بدعنوانی کا مرتکب ٹھہرا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا۔ جب وہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا اسے تین دن سو سو کوڑے روزانہ لگائے جائیں۔ چنانچہ اس سزا پر

عملدر آمد کیا گیا۔

سواد کے علاقے کا ایک شخص خفیہ طور پر شراب کی تجارت کرتا تھا۔ اس ناجائز دولت (Unlawful Sum) سے خوب مالدار ہو گیا۔ کسی طرح اس کی شراب فروختگی اور شرعی حدود کی پامالی کی اطلاع امیر المؤمنین کو پہنچ گئی۔ آپ نے حکام بالا کو ہدایات جاری فرمائیں کہ اس کو گرفتار کر لو، اس کی ہر چیز توڑ ڈالو، اس کے تمام مویشی قبضہ میں لے لو، اور کوئی اسے پناہ نہ دے۔ اور ایک دوسرے واقعہ میں آپ نے ایک شخص کو شراب فروخت کرنے کی سزا یہ دی کہ اس کی دوکان جلا ڈالنے کا حکم دے دیا۔ [۳]

اشعار میں نسوانی حسن کی ممانعت:

عہد فاروقی میں شعر و شاعری زوروں پر تھی۔ میلوں اور بازاروں میں شعراء اپنے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ جن میں شعراء نسوانی حسن کا خوب چرچا کرتے۔ عورتوں کی آنکھوں کو غزال (ہرنی) کی آنکھوں سے تشبیہ دیتے۔ اس کے علاوہ بعض ایسے اشعار بھی کہے جاتے جن میں شہوانی جذبات کو برانگیختہ کیا جاتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باوجود اس کے شعر و شاعری سے کافی لگاؤ رکھتے لیکن آپ نے اشعار میں خواتین کا نام لے کر تشبیہی نظمیں کہنے سے منع فرما دیا۔

فوجیوں کی چھٹیوں کے بارے میں حکم:

اک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو اپنے شوہر کے ہجر و فراق میں شعر گنگناتے سنا تو اس کے بعد تمام حکام بالا کو یہ شاہی

فرمان جاری کیا کہ کسی فوجی کو چار ماہ سے زیادہ عرصہ دارالحرب یا ڈیوٹی پر نہ رہنے دیا جائے۔

دور فاروقی میں بے لاگ احتساب کی سنہری مثالیں:

حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنی دس سالہ انقلابی و جہادی کاوشوں کے نتیجے میں اس عظیم اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ جس کی سرحدیں دس لاکھ مربع میل تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ نے اس دوران اپنے صحابہ کرام کی علمی و فکری اور روحانی و اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی انہیں ایسی راہنمائی فراہم کر دی تھی کہ آپ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد اسلامی تحریک کی انقلابی جدوجہد جاری رہی اور مغرب کے مشترقین یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ محمد عربی ﷺ کی شروع کردہ اسلامی تحریک کو ابھی پچاس سال بھی نہیں گزرے تھے کہ نصف دنیا پر محمدی انقلاب کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ غلاموں نے ایک مثالی اسلامی حکومت قائم کرنے کے علاوہ اس میں نظم و ضبط، عدل و انصاف، امن و آشتی اور احتساب کی ایسی ایسی سنہری مثالیں قائم کیں کہ آج بھی ان واقعات کو پڑھ کر ایمان کے گلشن میں عقیدت کی بہاریں آ جاتی ہیں۔ کہ وہ کیسے لوگ تھے کہ ایک تہائی دنیا پر ان کے اقتدار کا آفتاب دمک رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود خوفِ خدا اور آخرت کے تصور سے ہی وہ لرز اٹھتے تھے، عوام کی فلاح و بہبود کا جذبہ ان میں اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دن بھر میدان جنگ میں جہاد کرنے کے باوجود راتوں کو گشت کیا کرتے تھے کہ کہیں کسی پر ظلم تو نہیں ہو رہا، کوئی مریض علاج سے محروم ہونے کی وجہ سے سسک تو نہیں رہا۔ کسی شخص کے پوچھنے پر

کہ اے امیر المؤمنین آپ دن بھر بھی امور مملکت سرانجام دیتے ہیں راتوں کوتو آرام کرلیا کریں۔ فرمانے لگے ''اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو قیامت کے دن عمر کو اپنے رب کے حضور حساب دینا پڑے گا۔ تو وہاں کیا جواب دوں گا؟''

تو گویا نا صرف لوگوں کا احتساب کرتے، بلکہ خود اپنا بھی احتساب کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے دور میں عوام الناس کو براہ راست اپنی مشکلات کے ازالہ کے لئے خلیفۂ وقت سے سوال کرنے کی عام اجازت تھی۔

امیر المؤمنین احتساب کی عوامی عدالت میں:

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خطبہ جمعۃ المبارک میں ارشاد فرما رہے تھے اس دور میں جمعۃ المبارک کا اجتماع پارلیمنٹ کا کام دیتا تھا۔ خلیفۂ وقت کی سیرت اتنی شفاف تھی کہ دو براعظموں پر پھیلی اسلامی ریاست کا سربراہ ہونے کے باوجود چودہ چودہ پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے۔ یعنی ایک طرف اختیارات کی وسعت کا یہ عالم، کہ جزیرۂ عرب سمیت ایران، شام، مصر، لیبیا، اور مراکش کے ساحلوں تک پھیلی ہوئی عظیم اسلامی ریاست کے سربراہ تو دوسری طرف کفایت شعاری اور تزکیۂ نفس کا یہ عالم، کہ شاہی کھانے نہیں بلکہ سوکھی روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھاتے اور نہ صرف خود بلکہ اپنے سفراء کو بھی یہی کھانا کھلاتے تھے۔ اتنی اجلی شخصیت کے مالک حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبۂ جمعہ سے فارغ ہوئے تو مسجد کے ایک کونے سے آواز آئی۔ '' **لا نسمع ولا نطیع** ''(ہم نہ خطبہ جمعۃ المبارک سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لرز اٹھے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ یہ حضرت سلمان فارسی تھے۔ انہوں نے کہا امیر

المؤمنین میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ گویا بھری پارلیمنٹ میں یہ پوائنٹ آف آرڈر تھا۔ سارے مجمع نے اس بوڑھے کی طرف دیکھا۔ امیر المؤمنین نے اس بوڑھے کو نظر انداز کرنے کی بجائے انتہائی سنجیدگی سے فرمایا۔ بابا جی! بولئے بات کیا ہے؟ بوڑھا جرأت کے ساتھ کھڑا ہوا اور ایسا سوال کر ڈالا جس نے مجمع عام پر سکتہ طاری کر دیا۔ یہ کوئی فقہی یا علمی سوال نہیں۔ بلکہ اس کا تعلق براہ راست امیر المؤمنین کی ذات سے تھا۔ بزرگ نے انتہائی پر اعتماد طریقے سے پوچھا کہ امیر المؤمنین! یہ کرتہ جو آپ نے پہنا ہوا ہے، یہ کہاں سے آیا ہے؟ حالانکہ یمن سے جو مالِ غنیمت کی چادریں آئی تھیں وہ سب کو ایک ایک ملی۔ جن سے قمیض تو نہیں بن سکتی تھی۔ بزرگ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ اگرچہ بیت المال آپ کے ماتحت ہے۔ (دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ بزرگ نے کہا اگرچہ سٹیٹ بنک آپ کے ماتحت ہے اور صاف ظاہر ہے سٹیٹ بنک جس کے ماتحت ہو گا سارے کمرشل بنک بھی اسی کے ماتحت ہوں گے) لیکن ہم نے تو آپ کو بیت المال کا امین بنایا ہے۔ عوام کی اجازت کے بغیر آپ کو اس میں تصرف کا حق کس نے دیا ہے؟

امیر المؤمنین نے انتہائی خندہ پیشانی سے اس بوڑھے کا سوال سنا اور پیشانی پر کوئی شکن ڈالے بغیر فرمانے لگے۔ عبداللہ کہاں ہے؟ مسجد کے دوسرے کونے سے عبداللہ بن عمر اٹھے۔ عرض کی، جی ابا جان! امیر المؤمنین فرمانے لگے۔ امت کے اس بوڑھے کے سوال کا جواب دو۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرمانے لگے۔ لوگو! یمن سے جو چادریں آئی تھیں۔ ان میں سے باقی لوگوں کی طرح ایک چادر مجھے اور ایک ابا جی کو بھی ملی۔ میرے والد گرامی اپنی چادر سے اپنی قمیض بنانا چاہتے تھے۔ لیکن کپڑا تھوڑا تھا۔ جس سے قمیض نہیں بن سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے

اپنی چادر بھی ان کی نذر کرتے ہوئے تقاضا کیا کہ آپ دونوں چادروں کو ملا کر قمیض بنا لیں۔ اس طرح یہ کرتہ ان دو چادروں سے بنا ہے۔ یہ تسلی بخش جواب سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ ''الان نسمع و نطیع'' اب ہم خطبۂ جمعہ سنیں گے بھی، اور اطاعت بھی کریں گے۔

تو یہ تھی بے لاگ احتساب کی وہ مثال کہ اسلامی معاشرے میں ایک بزرگ بھی امیر المؤمنین پر سوال کرنے میں کسی قسم کی جھجھک محسوس کرتا تھا اور نہ ہی امیر المؤمنین اس کے جذبات کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ بلکہ وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف اس کا سوال سنتے ہیں بلکہ جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اس واقعے میں تو آپ بوڑھے کے سوال کا جواب اپنے بیٹے سے دلواتے ہیں مگر سیرت نبی کا یہ کامل متبع ہستی ہمیں احتساب کی اس عدالت میں بھی سرخرو نظر آتی ہے۔ جس میں سوال کے علاوہ جواب کا تعلق بھی براہ راست آپ کی ذات سے ہے۔

اپنا فیصلہ واپس لے لیا:

ایک دفعہ آپ بحیثیت سربراہ مملکت عوام کی سہولت کے پیش نظر حق مہر کی رقم مختص کرنا چاہتے ہیں تو جس اجتماع میں آپ تخصیص حق مہر (Specification of dower) کا اعلان فرما رہے ہیں اس اجتماع سے ایک پارلیمنٹرین خاتون اٹھ کر نکتۂ اعتراض (Point of Order) کی اجازت طلب کرتی ہے۔ اجازت ملنے پر کہتی ہے کہ ''اے عمر رضی اللہ عنہ! جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حق مہر کی رقم مختص نہیں فرمائی بلکہ اسے فریقین کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے کہ اپنی منشاء سے جتنی رقم چاہیں، مقرر کر لیں (اگرچہ کم از کم حق مہر کی رقم حدیث نبوی سے ثابت ہے جبکہ زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں) تو آپ کو

یہ حق کس نے دیا کہ ایک شرعی حد کو مقید کر دیں۔ یہ سن کر عالم اسلام کے سب سے طاقتور خلیفہ بڑی وسیع المشربی سے فرمانے لگے

’’قد اخطاء امرء و اصابت امرءۃ‘‘

ترجمہ: تحقیق ایک مرد غلطی کر گیا ہے اور ایک عورت حق پر ہے۔

یہ تھا مکتب محمدی ﷺ کا فیضان اور سیرت نبوی کا اثر، کہ آپ نے اپنی عزت نفس کو حکم الٰہی کی صداقت کے سامنے ہیچ رکھتے ہوئے اپنا صادر شدہ فیصلہ واپس لے لیا۔ ان کے اس اخلاص وللّٰہیت، دین کے ساتھ وفاداری اور قیامت کے دن اپنے رب کے حضور پیشگی کے تصور نے انہیں اس قابل بنا دیا تھا کہ ان کے وجود کی برکت سے دورِ حاضر کے تیئس ممالک پر پھیلی عظیم ریاست میں امن و آشتی، معاشی استحکام اور معاشرتی اعتدال کا یہ عالم تھا کہ سونے سے لدی ہوئی عورت بھی اگر رات کی تاریکی میں سفر کرتی تو اسے کسی راہزن کا خوف دامن گیر ہوتا اور نہ اوباش اچکے کا، بلکہ وہ اپنائیت کے ماحول میں سفر کرتی ہوئی اپنی منزل تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ سچ فرمایا تھا، رسول رحمۃ العالمین ﷺ نے

’’الناس علی دین ملو کھم‘‘

ترجمہ: لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

اگر حکمران عادل، نیک سیرت اور باغیرت ہے تو اس کی رعایا میں بھی وہی خوبیاں پائی جائیں گی۔

درّۂ فاروقی کا کمال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف خود کو احتساب کے لئے پیش کیا بلکہ بے لاگ احتساب کا ایک پورا نظام قائم کیا۔ کہ جو شخص بھی حق تلفی کرتا یا غریب کا استحصال

کرتا درّہ فاروقی اس مغرور کی اکڑی گردن کو دہلیز عدل پر جھکا دیتا۔

عہد فاروقی میں ہی ایک مرتبہ ضحاک بن خلیفہ ایک جھیل سے پانی نکال کر اپنی زمین کو سیراب کرنا چاہتے تھے۔ راستے میں محمد بن مسلمہ کی زمین پڑتی تھی۔ انہوں نے وہ پانی روک دیا کہ میں اسے اپنی زمین میں سے نہیں گزرنے دوں گا۔ ضحاک کو یہ بات بڑی شاق گزری۔ انہوں نے محمد بن مسلمہ کی شکایت امیر المؤمنین سے کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے تو پیار و محبت سے فرمانے لگے۔ محمد بن مسلمہ، دیکھو اس میں تمہارا بھی بھلا ہے کہ تم بھی اس پانی سے مستفیض ہو سکو گے۔ لیکن محمد بن مسلمہ بدستور اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے اور کہنے لگے۔ کچھ بھی ہو جائے میں اپنی زمین سے یہ پانی کی نہر نہیں گزرنے دوں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ طیش میں آ گئے اور غضب ناک لہجے میں فرمایا۔ دیکھو محمد بن مسلمہ! مجھے قسم ہے رب اکبر کی، ضحاک تمہاری زمین سے یہ پانی کی نہر ضرور نکالے گا۔ اگر چہ تمہارا پیٹ چیر کر ہی کیوں نہ نکالنی پڑے۔ اس پر محمد بن مسلمہ خاموش ہو گئے۔ اور ضحاک بن خلیفہ نے ان کی زمین سے وہ نہر نکال لی۔ ۵

کھلی کچہری کا انعقاد:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو نظام حکومت قائم کیا۔ اس میں بھی احتساب کا آئینے کی طرح شفاف نظام قائم فرمایا۔ اگر چہ آپ دیکھ بھال کر کے اپنے عامل مقرر فرماتے تاہم پھر بھی اگر کسی کے بارے میں خلاف شرع کسی امر کا پتہ چلتا تو اسے فوراً اپنے پاس بلا کر یا تو سزا دیتے یا اسے ویسے ہی معطل (Suspend) کر دیتے۔ اور اس کی جگہ کسی ایسے شخص کا انتخاب کرتے، جو

خشیت الٰہی اور عدل وانصاف میں زیادہ شہرت کا حامل ہوتا۔ اس کے علاوہ حج کے موقع پر جب اطراف واکناف عالم سے فرزندان اسلام جوق در جوق فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے آتے تو امیر المؤمنین خود خطبہ حج ارشاد فرماتے۔ بعد ازاں وہاں کھلی کچہری کا انعقاد کرتے۔ چونکہ اس موقع پر تمام صوبوں کے گورنرز اور دیگر اہم حکومتی عہدہ دار بھی آتے تھے۔ لہٰذا امیر المومنین کی طرف سے لوگوں کو اس موقع پر گورنرز کے خلاف شکایات کی کھلی اجازت ہوتی تھی۔ آپ نہ صرف عوام الناس کی شکایات سنتے بلکہ اس موقع پر حکومتی عہدہ داروں کے خلاف جرم ثابت ہو جانے پر انہیں سزا بھی دیتے تھے۔ اس طرح پچیس لاکھ مربع میل پر پھیلی عظیم ریاست کے سربراہ (Head of State) حضرت عمر رضی اللہ عنہ عوام کو انصاف کی فراہمی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

گورنر مصر بیٹے سمیت عدالت فاروقی کے کٹہرے میں:

ایک دفعہ حج کے موقع پر آپ لوگوں کی شکایات سن رہے تھے۔ تمام لوگوں سے فرمانے لگے۔ اگر کسی کو اپنے گورنر سے کوئی شکایت ہو تو بلا تامل وہ پیش کر سکتا ہے۔ یہ سن کر مجمع عام سے ایک قبطی اٹھا اور عرض کرنے لگا امیر المؤمنین! میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ وہاں ایک دن گھوڑ سواری کا مقابلہ تھا جس میں مختلف گھوڑ سواروں کے علاوہ آپ کے مقرر کردہ مصر کے گورنر عمرو ابن العاص کے صاحبزادے نے بھی حصہ لیا۔ حسن اتفاق سے میرا اور گورنر کے بیٹے کا مقابلہ تھا۔ میں پیشہ وارانہ مہارت کی بنا پر مقابلہ جیت گیا جس کی وجہ سے گورنر کے بیٹے کے دل میں میرے خلاف آتش انتقام بھڑک اٹھی چنانچہ اس نے مجھے کوڑے مارنے اور زدوکوب کیا میں ایک غریب آدمی گورنر کے بیٹے سے کس طرح بدلہ لے سکتا تھا لہٰذا آپ کی خدمت عالیہ میں اس

توقع کے ساتھ اپنی درخواست لے کر آیا ہوں کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اس کی یہ درد بھری کہانی سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمانے لگے۔ عمرو بن العاص کدھر ہیں؟ وہ حاضر خدمت ہوئے۔ تو فرمایا تمہارا بیٹا کدھر ہے؟ جب انہوں نے اسے بھی پیش کیا تو امیر المومنین نے مجمع عام سے قبطی کو اپنے قریب بلا کر اس کے ہاتھ میں اپنا درہ تھماتے ہوئے ارشاد فرمایا، یہ پکڑو اور جتنے درے اس نے تجھے مارے ہیں تم بھی اسے مار کر بدلہ لے لو۔ اور جی بھر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لو۔ اور ہاں کچھ درے اس کے والد عمرو بن العاص کو بھی مارو جن کی وجہ سے ان کے بیٹے کو غریب پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت ہوئی۔ پھر آپ نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”منذ کم تعبد الناس الذین ولد تهم امها تهم احرار“

ترجمہ: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے۔ حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا اگرچہ بعد میں عمرو بن العاص نے امیر المؤمنین کے سامنے وضاحت کی کہ مجھے اس زیادتی کا علم نہیں تھا۔ اور نہ ہی قبطی نے مجھ سے شکایت کی۔ تاہم اس قبطی نے دوسو درہم لے کر اپنا حق قصاص فروخت کر دیا۔ لیکن عمرو بن العاص نے امیر المؤمنین سے عرض کی کہ آپ کی یہ پالیسی عمال پر گراں گزرے گی۔ اور یہ ایک مستقل طریقہ بن جائے گا۔ جس کو بعد میں آنے والے بھی اختیار کریں گے تو آپ نے گورنر مصر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ایک شخص سے قصاص نہ لوں۔ حالانکہ میں نے خود رسول کریم ﷺ کو اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کرتے دیکھا ہے۔

قربان جائیں۔ عدالت فاروقی کی مساوات پر، کہ بے لاگ احتساب کی راہ میں نہ تو کسی کی دولت حائل ہو سکی اور نہ ہی عہدہ واقتدار عدل کے دامن کو تار تار کر سکا۔

امیر المؤمنین کا خود احتسابی کا عمل:

جب اسلامی سلطنت کی حدود جزیرہ عرب سے نکل کر روم و ایران کی سرحدوں کو چھونے لگیں اور مشرق و مغرب پر اسلام کا آفتاب ضوفشانیاں کرنے لگا تو پچاس کے قریب انصار و مہاجرین پر مشتمل وفد امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ عرض کرنے کے لئے باہمی مشاورت کرنے لگا کہ آپ کے پاس اب تو عرب و عجم کے قاصد آتے ہیں۔ وہ آپ کے بارہ بارہ پیوند لگی کملی کو دیکھ کر کیا خیال کرتے ہوں گے۔ لہٰذا آپ کو عمدہ کپڑے پہننے چاہیے اور اپنے دسترخوانوں کو وسیع کرنا چاہیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ امیر المؤمنین سے اس سلسلہ میں بات چیت کرنے کی جسارت کون کرے گا۔ کیونکہ جلال فاروقی رضی اللہ عنہ کے سامنے لب کشائی کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ آخر طے پایا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھیجتے ہیں۔ کیونکہ ان کے کہنے پر آپ انکار نہیں فرما سکیں گے۔ اب صحابہ کرام کے وفد نے ان امہات المؤمنین سے عرض کر کے انہیں اس مقصد کے لئے تیار کر لیا۔ جب حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما نے امیر المؤمنین کو مذکورہ مشورہ دیا۔ تو اس بندۂ خدا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا پیمانہ جھلک پڑا۔ اور آپ اشکبار آنکھوں سے فرمانے لگے۔ اے میرے بھائی ابوبکر کی بیٹی عائشہ (رضی اللہ عنہا) اور میری بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو مجھ سے زیادہ جانتی ہو۔ تمہیں معلوم نہیں۔ کہ آپ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے۔ آپ کا اون کا جبہ ایسا تھا جس کے کھردرے پن کی وجہ سے کبھی کبھی آپ کے مبارک جسم پر نشان پڑ جاتے تھے۔ نیز آپ نے نرم بستر پر آرام نہیں فرمایا۔

حالانکہ آپ سراپا رحمت تھے۔ کائنات کے خزانوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھوں میں تھیں۔ ذرہ ذرہ آپ کے تصرف میں تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ بھوک، بیداری، رکوع و سجود اور گریہ وزاری میں رات دن گزارے ہیں۔ اس لئے میری یہ بات کان کھول کر سن لو کہ عمر نہ تو اچھا کھانا کھائے گا اور نہ ہی عمدہ کپڑے پہنے گا۔

فلاحی اسلامی ریاست کا عملی نمونہ:

آپ راتوں کو مخلوق خدا کی تکالیف کے ازالے کے لئے گشت فرمایا کرتے تھے تو ایسے محسوس ہوتا تھا کہ یہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا پہرے دار ہے۔

ایک رات گشت کے دوران ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اجازت لے کر اندر تشریف لے گئے۔ اس بچے کی والدہ سے پوچھا۔ یہ بچہ کیوں رو رہا ہے؟ وہ عورت نہیں جانتی تھی کہ یہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ تاہم اس نے کہا کہ میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں جس وجہ سے یہ رو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو ابھی کمسن ہے۔ وہ عورت کہنے لگی دراصل میں نے سنا ہے کہ ہمارے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر اس بچے کا وظیفہ مقرر فرماتے ہیں جس کا دودھ چھوٹ جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر لرز اٹھے۔ اور صبح مسجد نبوی کے صحن میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ آج کے بعد ہر مسلمان بچہ پیدا ہوتے ہی وظیفے کا حقدار ہوگا۔

تو گویا اس بندہ خدا نے حقوق العباد کی ادائیگی میں حتی المقدور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور اسلامی ریاست کو فلاحی اسلامی ریاست بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دور حاضر میں مغربی ممالک بالخصوص سکینڈ ینیوین ممالک جن میں ڈنمارک اور ناروے وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا ویلفیئر سٹیٹ کا تصور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تصور

فلاحی ریاست سے ہی اخذ کردہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انٹیلی جنس سسٹم اور احتساب سیل:

احتساب سیل (Accountibility Beaure) کو باقاعدہ نظام کی شکل آپ نے ہی عطا فرمائی۔ اور اس کے علاوہ ریاستی امور میں "انٹیلی جنس" کا محکمہ آپ نے اتنا فعال اور منظّم کیا۔ اور اس خفیہ ایجنسی کے اہلکار اتنے متحرک ہوتے تھے کہ کیا مجال، کہیں کوئی خلاف شرع امر وقوع پذیر ہو اور اس کی خبر امیر المؤمنین تک نہ پہنچی ہو۔ آپ کے "انٹیلی جنس سسٹم" کی مضبوطی کی بنا پر ہی مؤرخین یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

"وکان عمر لا یخفی علیه شئ"

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی چیز پوشیدہ یا مخفی نہیں ہوتی تھی۔

باب نمبر 7

بے لاگ احتساب

عہد عثمانی و دور مرتضوی

میں

دور عثمانی رضی اللہ عنہ (۲۴ ہجری تا ۳۵ ہجری)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ کے دور فاروقی کا بطریق احسن چلتا ہوا نظام ملا۔ جس میں دو براعظموں پر پھیلی ہوئی اسلامی ریاست میں معاشرتی امن وسکون بھی تھا اور معیشت بھی مضبوط تھی۔ دور فاروقی کا شروع کردہ فتوحات کا سلسلہ آپ کے دور خلافت میں مزید آگے بڑھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ طبعاً نرم دل آدمی تھے اس لئے آپ نظام احتساب میں وہ سختی اور عاملین کی گرفت تو مضبوط نہ رکھ سکے۔ جس کی جھلکیاں خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں نظر آتی ہیں تاہم اس کے باوجود آپ نے احتساب کے نظام کو مستحکم انداز میں آگے چلایا۔ اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں غفلت یا حقوق العباد کی ادائیگی میں تساہل پر عام لوگوں کے ساتھ ساتھ گورنرز کی بھی پکڑ فرماتے اور انہیں عبرتناک سزائیں دیتے تھے۔ اور کسی عامل کے خلاف جب کوئی شکایت ملتی تو فوراً اس کا ازالہ فرمادیتے یا پھر اس عامل کو ہی معطل فرمادیتے۔

مظلوم کی دادرسی:

ایک مرتبہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود ارشاد فرمایا ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض گورنر بے وجہ لوگوں پر زیادتی کرتے ہیں۔ اس لئے عام اعلان ہے کہ کسی شخص کو مجھ سے یا میرے مقرر کردہ گورنر سے شکایت ہو تو وہ حج کے موقع پر بیان کرے۔ میں اس کا ازالہ کر کے مظلوم کو حق دلاؤں گا۔[1]

گورنر کا مواخذہ:

آپ سنت فاروقی پر عمل کرتے ہوئے حج کے موقع پر کھلی کچہری منعقد کرتے۔ لوگوں کی شکایات سنتے اور فوراً اعمال کا مواخذہ کرتے تھے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو کہ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک عمدہ ترکی گھوڑے پر سفر کر رہے تھے۔ چالیس خچران کا سامان لیے جا رہے تھے۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور سوال کیا۔ اے ابوموسیٰ! قول وفعل میں اتنا تضاد؟ آپ ہمیں تو پیدل چلنے کا ثواب بیان کرتے ہیں اور خود عمدہ ترکی گھوڑے پر سواری کرتے ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری کو سن کر غصہ آ گیا۔ انہوں نے باگ پکڑنے والے کو ایک کوڑا مارا۔ لوگ شکایت لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ آپ نے فوراً حضرت ابوموسیٰ اشعری کو معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا والی بنا دیا۔ [۲]

دو عاملین کی برطرفی:

اسی طرح ۳۰ ہجری میں آپ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی ولایت سے صرف اس لئے برطرف کر دیا کہ ان کے خلاف شکایت ملی تھی کہ وہ شراب پیتے ہیں۔ ان کی جگہ سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی تقرری عمل میں لائی گئی۔ لیکن لوگوں نے ان کی بھی شکایات کیں۔ تو انہیں بھی سبکدوش کر دیا گیا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دور عثمانی میں صرف اس لئے بیت المال کا قرض ادا نہیں کر سکتے تھے کہ وہ احتساب کی گرفت میں آئے۔ اور انہیں اپنے عہدے سے معزول ہونا پڑا۔ [۳]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مجموعی حوالے سے پرسکون

رہا۔ سوائے آپ کی خلافت کے آخری زمانہ میں، جب کہ مصر سے ایک فتنہ اٹھا اور ان لوگوں نے مدینہ پاک میں سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ اس کے نتیجے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ایک دن باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ آپ کا مسجد میں آنا جانا بند کر دیا۔ بلکہ یہاں تک کہ آپ کے گھر تک پانی کی فراہمی روک دی۔ پھر ایک دن اس وقت وہ باغی مکان کی دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے۔ جب حسنین کریمین آپ کے گھر کا پہرہ دے رہے تھے۔ باغی جب مکان کے اندر داخل ہوئے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی اہلیہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں تو ان کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔

دور حیدر کرار رضی اللہ عنہ (۳۵ ہجری تا ۴۰ ہجری)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب عنان حکومت سنبھالی تو اس وقت خلفائے ثلاثہ کی طرح داخلی سطح پر امن وسکون نہ تھا۔ کیونکہ دور عثمانی میں ہی اسلامی ریاست میں سازشوں اور فتنہ وفساد کے شعلے امن کی چادر کو تار تار کرنے لگے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے بالخصوص آخری حصہ میں جب فتنوں نے سر اٹھایا اور باغیوں نے ریاستی امن وسکون کو غارت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور ان کے پے در پے خلفشاروں کے نتیجے میں شہادت عثمان رضی اللہ عنہ بھی واقع ہوئی۔

اس طرح عہد مرتضوی میں حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو ایک طرف داخلی سازشوں کا سامنا تھا تو دوسری طرف خارجی سطح پر دشمنان اسلام کی چیرہ دستیوں کا

خطرہ۔ لیکن اس کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نظام احتساب کے استحکام میں کوئی فروگذاشت نہ کی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خط علم سیاست کی بنیاد اور احتساب کا لائحہ عمل

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مصر کے گورنر مالک اشتر کے نام جو نامی گرامہ ارسال فرمایا، وہ نہایت قیمتی، قانونی، اور سیاسی دستاویز ہے۔ آپ نے کمال تدبر سے، اختصار و بلاغت اور حکیمانہ انداز میں احتساب کا تصور اس وقت دیا جب ابھی علم سیاست مدوّن ہی ہوا تھا۔ آپ اس خط میں گورنر مصر کو لکھتے ہیں۔

”تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کو فیصلوں کی جانچ کرتے رہو کھلے دل سے انہیں معاوضہ دو تا کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انہیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے کی ہمت نہ ہو سکے۔ قاضیوں کو ہر قسم کے تصرف سے بالکل آزاد ہونا چاہئے۔ اس دربار میں پوری توجہ سے کام لینا کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ پڑ گیا تھا۔ جو اپنی خواہشوں پر چلتے اور دین کے نام پر دنیا کمایا کرتے تھے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ عمال حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہو گی۔ جسے مقرر کرنا امتحاناً مقرر کرنا۔ اور رعایت سے یا صلاح مشورہ کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اچھے گھرانوں اور اسلام کے خدمت گذاروں میں تجربہ کار اور باحیا لوگوں کو ہی منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے

ہیں وہ اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں۔ طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ عہدے داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا، اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے۔ اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے، جوان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں، تو تمہارے پاس ان پر حجت ہو گئی مگر ضروری ہے کہ ان کے کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا، نیک لوگوں کو مخبر بنا کر ان پر چھوڑ دینا۔ یہ اس لئے کہ جب ان کو معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو وہ ایمانت داری اور رعایا سے مہربانی میں اور زیادہ چست ہو جائیں گے۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے۔ تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا، جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت رقم بھی اگلوانا، خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور پوری طرح اسے رسوا کر ڈالنا۔ [۳]

یہ خط واقعۃً علم سیاست کی اساس ہے۔ کیونکہ حکومتی کارندوں کی بددیانتی کی بنیادی وجہ ہی یہ ہوتی ہے کہ انہیں مکمل سہولیات زندگی میسر نہیں ہوتیں۔ چنانچہ وہ ناجائز (**Unlawful**) طریقے سے دولت کے حصول کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بلیغ خط کسی بھی ریاست کے قانونی اور سیاسی ڈھانچے کے استحکام میں بڑی مدد دے سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گورنر کی شاہانہ زندگی پر اسے ڈانٹنا:

حضرت المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود خلیفہ ہی نہیں بلکہ محتسب اعلیٰ کی حیثیت سے بھی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ایک مرتبہ اصطخر کے والی منذر بن جارود کے متعلق آپ تک خبر پہنچی کہ وہ زیادہ تر وقت سیر و شکار میں گزارتے ہیں اور عوام کی فلاح و بہبود

پر بہت کم توجہ دیتے ہیں تو آپ نے انہیں طلب فرمایا اور فرائض پر غفلت برتنے کی وجہ سے معزول فرما دیا۔ اس کے علاوہ ایک عامل کو ڈانٹتے ہوئے خط بھی لکھا جس کے الفاظ یہ تھے:

''مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم طرح طرح کے کھانے کھاتے ہو۔ تمہارے دستر خوان پر مختلف الانواع کھانے اور مشروبات ہوتے ہیں۔ منبر پہ تم صدیقین کا وعظ کرتے ہو اور حکومت میں تمہارا کردار اور طرح کا ہے۔ پس تمہیں وارننگ ہے کہ گناہوں سے توبہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح کرلو۔ اور خدا کے حقوق ادا کرو۔'' [۵]

دور مرتضوی رضی اللہ عنہ کے ججوں کی انصاف پروری اور دیانت داری:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دور میں ہی آپ کا ایک یہودی کے ساتھ کسی معاملہ پر جھگڑا ہو گیا۔ آپ نے خلیفہ وقت کی حیثیت سے مقدمہ عدالت میں درج کروایا۔ قاضی نے گواہ طلب کیے تو آپ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ اور ایک غلام کو بطور گواہ پیش کیا تو قاضی نے غلام اور بیٹے کی گواہی مسترد کر دی اور کہا کہ ان کی شہادت نہیں مانوں گا۔ کسی اور کو گواہ لاؤ۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بڑی حیرانگی ہوئی، آپ نے جج سے مخاطب ہو کر فرمایا نبی کریم ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے تو کیا جنت کے سردار کی گواہی مسترد کی جا سکتی ہے۔ قاضی نے کہا اس وقت ہم زمین پر ہیں اور آپ جنت کا ذکر فرما رہے ہیں بتائیے! کیا آپ کے پاس کوئی اور دلیل ہے؟ جب آپ نے نفی میں جواب دیا تو قاضی نے کیس خارج کر دیا۔

جج کے اس فیصلے سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نہ تو ناراض ہوئے اور نہ ہی اس قاضی کو معطل فرمایا۔ بلکہ خوشی کا اظہار فرمایا کہ ان کے دور کے جج صاحبان بغیر

کسی حکومتی دباؤ کے خوش اسلوبی سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں عدلیہ کی آزادی کو خاص مقام حاصل ہے۔ اور خلفائے اربعہ کے ادوار میں عدالتیں عوام کی فوری اور سستے انصاف کی فراہمی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑتی تھیں۔

نیز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دوراقدس میں حضرت ابوادریس الخوارزمی ولائیت مظالم یعنی ادارہ احتساب کے سربراہ تھے۔

باب نمبر 8

ادارۂ احتساب
تاریخ کے
آئینے میں

ادارۂ احتساب تاریخ کے آئینے میں:

ادارۂ احتساب کے حوالے سے جب ہم اسلامی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ اگرچہ عہد رسالت مآب ﷺ میں احتساب کا باقاعدہ محکمہ قائم نہیں تھا۔ تاہم وہ تمام امور جو اس ادارہ کے تحت آتے ہیں وہ سرانجام دیئے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے دور اقدس میں ولائیت مظالم کا محکمہ قائم کیا۔ یعنی ظلم کی روک تھام کا محکمہ۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان زمین کے سیراب ہونے کا جھگڑا آپ نے منصف کی حیثیت سے نمٹایا۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قاضی ہی محتسب کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قاضی القضاۃ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے محتسب کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی یہ ادارہ قائم رہا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ابوادریس الخوارزمی رضی اللہ عنہ اس ادارہ کے سربراہ تھے۔

بنوامیہ اور بنوعباس کے دور میں بھی احتساب کا ادارہ کسی نہ کسی شکل میں قائم رہا۔ اموری دور میں خلیفہ عبدالمالک نے محتسب کے ادارے کو قائم رکھا۔ عباسی دور میں خلفاء نے فوجی عدالتیں قائم کیں۔ ان کا سربراہ صاحب المظالم ہوتا تھا۔ ایک بڑی عدالت ”دیوان النظر فی المظالم“ بھی قائم ہوئی۔ خلیفہ خود اس عدالت کے اجلاس کی صدارت کرتا تھا اور احتساب کا کام جاری رکھتا۔ فاطمی دور میں خلیفہ

المعز نے ایک ادارہ ''ناظر المظالم'' قائم کیا۔ ملٹری گورنر، وزیر، قاضی اور فقہاء اس ادارے کو چلاتے تھے اور فیصلے صادر کرتے تھے۔ سقوط بغداد اور ہلاکو کی امت مسلمہ کے خلاف تباہی عالم اسلام کی بد نصیبی تھی۔ جس سے اسلام کے ہر ادارے کو زبردست نقصان پہنچا اور یہی صورت محتسب کے ادارے کی بھی تھی۔ خلیفہ مامون نے اس ادارے میں خاصی دلچسپی لی۔

بعد میں باقاعدہ طور پر سلطنت عثمانیہ کے دور میں احتساب کے بارے میں ضوابط تشکیل دیئے گئے۔ محتسب کا ادارہ سلطان بایزید کے دور حکومت (۹۱۶_۸۸۶) میں قائم رہا۔ سلطان سلیم اول، دوم، سوم، چہارم کے دور میں بھی یہ ادارہ بطرز احسن کام کرتا رہا۔ اور ۱۸۴۵ء تک قائم رہا۔ عباسی دور کے بعد ایران میں بھی یہ ادارہ قائم رہا۔ اس وقت اس کا نام ''محتسب الممالک'' تھا۔ حتیٰ کہ دیہاتوں میں بھی محتسب کام کرتے تھے۔ بعد میں رضا شاہ پہلوی نے محتسب کے ادارے کو آخر کار ختم کر دیا۔ اس کے علاوہ جن بادشاہوں کے ادوار میں یہ ادارہ قائم رہا اور مقبول رہا ان میں غیاث الدین بلبن (۴۴۶ سے لے کر ۴۸۶ تک) فیروز الدین تغلق (۷۵۲ سے ۷۹۰ ہجری تک) سکندر لودھی (۸۹۴ سے لے کر ۹۲۳ تک) اور اورنگ زیب کے دور میں بھی مقبول رہا۔ بعد میں محمود غزنوی نے اس ادارے میں خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ بعد میں مغل حکمرانوں نے احتساب کے محکمے کو محکمۂ کوتوال میں بدل دیا۔ تاہم احتساب کا محکمہ اس لحاظ سے کافی اہمیت کا حامل رہا۔ کہ شراب نوشی، افیون اور دیگر منشیات کے استعمال کرنے والوں کو بھی سزائیں دی جاتی تھیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''الحسبہ فی الاسلام'' میں اس کی تفصیلات بیان کی ہیں وہ لکھتے ہیں۔ ''اسلامی ریاست کا واحد مقصد یہی ہے کہ شریعت کا نفاذ ہو اور جس نظام کو حضور اکرم ﷺ اور مومنین نے جہاد کر کے قائم کیا تھا وہ قائم ہو۔ لہٰذا

اس حوالے سے یہ ادارہ کافی مقبول رہا"۔ [1]

مغرب میں محتسب کے ادارہ کی تاریخ:

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی لکھتے ہیں، مغرب میں محتسب کے ادارے کا نام امبڈسمین (Ombudsman) ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ ادارہ پہلی بات سویڈن میں اٹھارہویں صدی میں بنا۔

برین چیمپیئن اپنے مضمون (The Ombudsman) میں لکھتا ہے۔

The swedish ombudsman for civil affairs dates back to the 18th century.

یعنی سویڈن میں امبڈسمین کا ادارہ اٹھارہویں صدی میں قائم ہوا۔ اس ادارے کا مقصد یہ تھا کہ بادشاہ کی طرف سے سرکاری محکموں کا احتساب کیا جائے۔ چیمپیئن کا کہنا ہے کہ سویڈن کی پارلیمنٹ نے ۱۷۱۳ء میں ایک اداراہ (Ombudsmannen Hogsteo) کے نام سے شروع کیا جس ادارے کا مقصد یہ تھا کہ آئین کی حفاظت کی جائے۔ نیز یہ دیکھا جائے کہ سرکاری ملازمین اپنے فرائض کس قدر ذمہ داری سے سرانجام دیتے ہیں۔ ۱۷۱۹ء میں اس کے نام میں تبدیلی کر دی گئی۔ اور یہ نام (Justitiekasler) رکھا بعد میں لوکل پولیس محتسب بھی بنا۔ جس کو (Fiskalerna) کا نام دیا گیا۔ تاہم موجودہ (Ombudsman) ۱۸۰۹ء کے آئین کے تحت سویڈن میں بنا۔ [2]

اہل مغرب کا غلط دعوی:

ڈاکٹر نیازی مزید لکھتے ہیں پروفیسر ویڈ (Wade) اور پروفیسر فلپس (Hood Phillips) نیز انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق سویڈن میں پہلی مرتبہ ۱۸۰۹ء میں محتسب کا ادارہ وقائم ہوا۔ جسے

Parleamentry agent for justice

کہا جاتا ہے۔ اس کا اصل نام

Rikadagens Justitieomeudsman

ہے علاوہ ازیں دنیا کے ساٹھ ممالک میں محتسب کا ادارہ قائم ہے۔ برطانیہ میں پہلی دفعہ محتسب کا ادارہ ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا ہے۔ اسے

Parlimentary Commissioner Administration

کہا جاتا ہے۔ نیوزی لینڈ میں محتسب کو گورنر جنرل مقرر کرتا ہے۔ انڈیا، ماریشس، تنزانیہ، جمیکا اور سیلون جیسے ممالک میں بھی یہ ادراہ قائم ہے۔ اسرائیل میں پہلی دفعہ 1996ء میں یہ ادارہ قائم ہوا۔ بشمول امریکہ، ڈنمارک، فن لینڈ اور ناروے میں یہ ادارہ کافی مؤثر ہے۔ مغربی ممالک میں پولیس کا محتسب (Police Ombudsman) عدلیہ کا محتسب (JudiciaryOmdudsman) اور اخبارات کا محتسب (Newspapers Ombudsman) جیسے ادارے بھی ملتے ہیں۔

اگر ہم تاریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کریں تو اہل مغرب کا یہ دعویٰ غلط اور بے بنیاد نظر آتا ہے۔ کہ تاریخ عالم میں پہلی دفعہ ۱۸۰۹ء میں سویڈن میں احتساب کا ادارہ قائم ہوا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ نے ”ولایت

مظالم'' کے نام سے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ اور بعد میں خلفائے راشدین نے اپنے ادوار میں اس کو باقاعدہ ادارتی شکل (Institutional Shap) عطا فرمائی۔

غیر مسلم مستشرق کا اعتراف

شہرہ آفاق اور مشہور غیر مسلم متشرق جی۔ ای گرینم (G.E.Grunebaum) نے اپنی تصنیف میں اس حیقت کا اعتراف کیا ہے اس کی کتاب کا نام **Islam is nature and growth of cultural traditon.** ہے۔ اس کتاب میں ان عدالتوں کو جو عہد اسلام میں قائم ہوئیں۔ انہوں وہ (Courts of Perts) کہتا ہے۔ یعنی ایسی عدالتیں جہاں عوام کے علاوہ حاکم کا بھی احتساب کیا جاتا تھا۔ [۳]

باب نمبر 9

پاکستان میں احتسابی ادارے اور ان کا کردار

پاکستان میں عملی احتساب:

پاکستان میں احتساب کا باقاعدہ ادارہ 24 جنوری 1983ء کے صدارتی فرمان نمبر 1 کے تحت قائم کیا گیا۔ اس کی دفعہ 14 کے تحت دفاعی محتسب کو وہی اختیارات حاصل ہیں جو مجموعہ دیوانی ایکٹ نمبر 5 مجریہ 1908 کے تحت کسی بھی دیوانی عدالت کو حاصل ہیں۔

پاکستان میں اگرچہ احتساب کے حوالے سے مختلف ٹیمیں اور کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ تاہم وہ احتساب کی نہ تو ضرورت پوری کر رہی ہیں اور نہ ہی تقاضے۔ یہ تمام کمیٹیاں کڑا اور کھرا احتساب کرنے عملاً محروم ہیں۔ اب ان ٹیموں اور کمیٹیوں کا سرسری ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا وجود تو ہے اور جزوی طور پر وہ احتساب کرتی بھی ہیں۔ لیکن جس مقصد کی خاطر ان کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اسے پورا کرنے سے وہ قاصر ہیں۔

(۱) وفاقی محتسب کا ادارہ:

یہ ادارہ 1973ء میں معرض وجود میں آیا ہے اس کے قیام کے بعد تین سال کے عرصہ میں 23، 25 درخواستیں منظور ہوئیں۔ یہ ادارہ عدالتی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔ لیکن انتظامی زیادتیوں میں ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ جون 1987ء میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ ہر صوبے میں جو ڈیشنل محتسب بھی مقرر کیا جائے۔

(۲) وزیر اعظم کا معائنہ کمیشن:

یہ کمیشن انتظامی زیادتیوں کو روکنے اور سکینڈلز وغیرہ کی تحقیقات کے بعد ان حل

کے لئے کوشش جاری رکھنے کے لئے قائم کیا گیا۔

(۳) فیڈرل انٹی کرپشن کمیٹی:

اس ادارے نے ماضی میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تاہم بڑی بڑی کارپوریشنوں کی دھاندلیوں کو روکنے کے لئے اس مزید فعال بنانے کی ضرورت ہے۔

(۴) سپریم جوڈیشنل کونسل:

یہ ادارہ اعلیٰ سول فوجی عدالتوں کے ججوں کے احتساب کے لئے بنایا گیا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر عدالت کا جج عوام الناس کو صاف ستھرے انصاف کی فراہمی میں لیت ولعل سے کام لے یا انصاف کا سوداگر بننے کی کوشش کرے تو اس کا احتساب کیا جاسکے۔ اگرچہ جزوی طور پر اس ادارے نے کچھ کام کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہماری عدالتوں میں انصاف کی سرعام نیلامی ہوتی رہی ہے۔ لہٰذا اس ادارے کو جو ایک لحاظ سے از خود دائرہ احتساب کی ہی شکل ہے مزید منظّم کرنے کی ضرورت ہے۔

(۵) پبلک اکاؤنٹس کمیشن:

یہ کمیشن پارلیمنٹ کے اراکین پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس کا مقصد سرکاری محکموں میں حسابات کی جانچ پڑتال کرنا ہوتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے خود اراکین پارلیمنٹ کی اکثریت کا دامن کرپشن کی لعنت سے آلودہ ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ سرکاری محکموں میں بدعنوانی کے خاتمے کے لئے وہ کردار ادا نہیں کرسکتے جس کا تقاضا بے لاگ احتساب کرتا ہے۔

(۶) وزیراعلیٰ معائینہ ٹیم:

پہلے اس گورنرز انسپکشن ٹیم کہا جاتا تھا۔ آج کل اس کا نام بدل کر وزیراعلیٰ معائینہ کمیشن رکھا گیا ہے۔ اس کی ذمہ داروی مختلف محکموں کا احتساب کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس کا حال بھی باقی اداروں کی طرح مایوس کن ہی ہے۔

(۷) سیاستدانوں کا احتساب:

سیاستدانوں کے احتساب کے لئے **1977**ء کا قانون موجود ہے جس کے ذریعے پارلیمنٹ کے اراکین اور دوسرے منتخب عہدہ داروں کا احتساب ممکن ہوتا ہے۔

(۸) آڈیٹر جنرل:

مختلف سرکاری محکموں میں مالی بدعنوانیوں کو روکنے کے لئے آڈیٹر جنرل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ ادارہ سرکاری محکموں کے مالیات کے شعبوں کا آڈٹ کرتا ہے۔ اور کرپشن کی صورت میں سزا دینے کا مجاز ہوتا ہے۔

(۹) سول سرونٹس ایکٹ:

سرکاری ملازمین کو قابو رکھنے کے لئے یہ ایکٹ بنایا گیا۔ یعنی

Efficiency and discipline rules and civil servent act.

چند سال قبل **8** نومبر **1987**ء کو پنجاب سول سرونٹس ایکٹ کا دفعہ **(2)** میں ترمیم کی گئی ہے۔ جس کے مطابق اب غلط عناصر کو **10** سال کی ملازمت کرنے

کے بعد نوکری سے فارغ کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰) انسداد رشوت ستانی قواعد:

Anti Corruption Establishment.

افسر شاہی کی غلط کارستانیوں پر گرفت کے لئے یہ قواعد بنائے گئے تا کہ کسی افسر کے بارے میں ثبوت مل جائیں کہ وہ راشی ہے اور وہ عوام الناس کے کام رشوت کے بغیر نہیں کر سکتا تو اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکے۔

(۱۱) سروسز ٹربیونل:

صوبائی اور مرکزی سطح پر سروسز ٹربیونل کا ادارہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ ادارہ سرکاری ملازمین کو انصاف فراہم کرتا ہے۔ اور ان کے خلاف بننے والے مقدمات سننے کا بھی اختیار رکھتا ہے۔

(۱۲) نجی سعبے میں احتساب:

پبلک سیکٹر میں کام کرنے والا تاجر، سرمایہ دار اور کارخانہ دار بھی قانون کی گرفت میں آتا ہے۔ یعنی اگر تاجر من مانی قیمتیں مقرر کر لیں یا اگر سرماۂ دار اور کارخانہ دار مزدور کا استحصال کرے تو اس کے خلاف قانون کو حرکت میں لانے کے لئے یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے۔

(۱۳) ضلع اور تحصیل سطح پر احتساب کا عمل:

ضلع اور تحصیل کی سطح پر انٹی کرپشن کمیٹیاں اور پرائش کنٹرول کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے تھانیداری اور پٹواری سسٹم نے احتساب کرنے کی بجائے

استحصال کیا ہے۔ ان محکموں نے عوام کو ریلیف دینے کی بجائے ان کی زندگیوں کو ہی اجیرن بنا رکھا ہے۔ اور اب یہ محکمے معاشرتی بدعنوانیوں کے اڈے بن چکے ہیں۔

(۱۴) فوج کی نگرانی:

فوج میں بدعنوانیوں کے خاتمے کے لئے ملٹری، پولیس، انٹیلی جنس، ایس۔ آئی۔ یو، اور ملٹری ایکٹ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جن کے ذریعے افواج پاکستان کی کاروائیوں کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے۔ اور بدعنوان عناصر کو ''کورٹ مارشل'' جیسی کڑی سزائیں دی جاتی ہیں۔

(۱۵) ایف۔ آئی۔ اے:

یہ ادارہ بھی کافی مؤثر ہے۔ اس کو زیادہ فعال اور منظم کرنے کی اشد ضرورت ہے مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اس ادارہ کے پاس ابھی ضروری دفاتر بھی نہیں ہیں تاہم اس کی کارکردگی کسی حد تک اطمینان بخش ہے لیکن اس میں بھی افراد کی عدم تربیت کی وجہ سے تشدد کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ اس ادارہ کے ملازمین کو ضروری سہولتیں فراہم کرنے کے علاوہ ان کی تنخواہیں بڑھانے کی اشد ضرورت ہے۔

باب نمبر 10

پاکستان میں بے لاگ احتساب کا لائحہ عمل

پاکستان میں بے لاگ احتساب کے لئے لائحہ عمل:

وطن عزیز میں بے لاگ احتساب تو ایک طرف رہا صرف احتساب بھی نہ ہوسکا۔ مذکورہ بالا ادارے جو احتساب کے لئے قائم کئے گئے ہیں ان کا وجود ملکی خزانے پر بوجھ کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ اگر ان کے ذریعے واقعی احتساب ہوتا، مظلوم کو انصاف ملتا، غریب کو ریلیف ملتا اور بدعنوان عناصر کو قرار واقعی سزا ملتی، تو نصف سے زائد صدی گزر جانے کے باوجود پاکستان کی حالت یہ نہ ہوتی۔ کہ چند سال قبل بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں عالمی اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کرپشن میں دوسرے نمبر پر آیا۔ یہاں ہمیشہ غریب ظلم کی چکی کے دو پاٹوں میں پستا رہا اور ظالم دندناتا رہا۔ لیکن قانون اسے اپنے پنجوں میں نہ جکڑ سکا۔ اگر ہم واقعی ہی احتساب کرنا چاہتے ہیں تو میرے نزدیک درج ذیل شعبوں میں اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ہم اکیسویں صدی میں پاکستان کو مضبوط نہیں بنا سکتے۔

(1) احتساب کے مضبوط نظام کا قیام:

اسلام کے نظام احتساب کا بنیادی مقصد ایک ایسے معاشرے کا قیام عمل میں لانا ہے۔ جہاں عدل، مساوات، برابری، حریت فکر اور شخصی آزادی جیسی قندیلیں فروزاں ہوں۔ کوئی شخص جو شرعی امور کی خلاف ورزی کرے یا ریاستی امور میں بددیانتی کا مرتکب ہو۔ عہدہ ومنصب اور معاشرتی سٹیٹس کا لحاظ رکھے بغیر اسے قانون کی گرفت میں لایا جائے۔ اور جرم ثابت ہوجانے پر اس کے خلاف قانونی کاروائی اس طرح کی جائے کہ وہ باقی افراد کے لئے عبرت کا باعث بنے۔ اسلام کے نظام تعزیرات کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ افراد کی بے ہنگم اور بے لگام نفسانی خواہشات

کو اخلاق کا جامہ پہنایا جائے اور شرعی و اخلاقی یا ریاستی قواعد و ضوابط کی پامالی پر اسے ایسے سزا دی جائے کہ اس سزا کو دیکھ کر باقی افراد عبرت حاصل کریں۔ لیکن بدقسمتی سے ان اصولوں کو مغرب نے اپنا لیا ہے اور آج ان کا ریاستی ڈھانچہ اتنا مضبوط ہے کہ اس پر رشک کرنے کو جی چاہتا ہے چند ماہ قبل برطانوی پارلیمنٹ کے مسلمان رکن چوہدری محمد سرور پاکستانی دورہ پر آئے تو صحافیوں کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران انہوں نے کہا کہ برطانیہ کے لوگ کرپشن میں ہم سے آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اگر انہیں موقع ملے تو شاید ان سے بڑی کرپٹ قوم کوئی نہ ہو۔ لیکن ان کی مجبوری یہ ہے کہ نظام اور ریاستی ادارے اتنے مضبوط ہیں، قانون اتنا قوی ہے عدالتیں انصاف کی فراہمی میں اس قدر فعال ہیں کہ اگر بڑے سے بڑا سرمایہ دار بلکہ وزیر اعظم ٹونی بلیئر بھی کسی جرم کا ارتکاب کرے تو وہ قانون کے شکنجے سے بچ نہیں سکتا۔ بلکہ اسے بھی ایکعام مجرم کی طرح عدالت میں پیش ہو کر قانونی کاروائی کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا پاکستان مین احتساب کے لئے سب سے اہم یہ تجویز ہے کہ احتساب کا نظام اتنا مضبوط بنایا جائے کہ احتساب بے لاگ اور کڑا ہونے کے ساتھ ساتھ کھرا بھی ہو۔

(2) اراکین اسمبلی اور سیاستدانوں کا احتساب:

بلدیاتی اداروں سے لے کر ضلعی پھر صوبائی و قومی سطح تک پہلے تو انتخابات کا نظام اتنا مضبوط و منظّم ہو کہ کوئی جاہل، بدکردار، راشی اور کرپٹ نہ تو تحصیل و ضلع کی سطح پر اور نہ ہی صوبہ و وفاق کی سطح پر اسمبلی کا ممبر منتخب ہو۔ بلکہ دیانت دار، اہل، تعلیم یافتہ، اور باکردار لوگوں کو ہی ٹکٹ دیئے جائیں۔ اور جب وہ منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچیں تو ان کے معاشرتی مقام، مالی حالت اور روابط وغیرہ کا ریکارڈ رکھا جائے اور افراد کی نمائندگی کے دوران اگر اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو۔ جو اسلام اور نظریہ پاکستان

کے بنیادی مقاصد سے متصادم ہو تو اسے نااہل قرار دے کر سیاست سے ''کک آؤٹ'' کر دیا جائے۔

(3) آزاد عدلیہ:

ہمارے ہاں عدلیہ کی آزادی کا جو نام نہاد تصور پایا جاتا ہے۔ وہ مہذب ممالک کے نزدیک مضحکہ خیز تصور کیا جاتا ہے۔ شفاف انصاف کی فراہمی میں شمار عوامل رکاوٹ رہے ہیں۔ احتساب اگرچہ عدلیہ سے الگ شعبہ ہے۔ لیکن ہم احتساب کے ثمرات سے حقیقی طور پر اس وقت ہی مستفیض ہو سکتے ہیں جب عدالتیں بغیر کسی دباؤ کے فیصلے صادر کرتی ہوں۔ انصاف کی فوری فراہمی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ججوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ تاکہ سالہا سال سے ججوں کی میزوں پر سجی ہوئی مقدمات کی فائلیں جلد نمٹائی جا سکیں۔

اسلام میں قاضی سسٹم کے ذریعے عدالتی نظام کو اس قدر تقویت دی گئی کہ ہر علاقے میں الگ الگ قاضی مقرر ہوتے ہیں۔ جو مسائل کی سماعت کے بعد ان کے فوری فیصلے فرماتے تھے۔ آج بھی دنیا کے مہذب ممالک میں ضلعوں اور صوبوں کی سطح پر عدالتیں زیادہ ہونے کی وجہ سے مسائل کے جلد تصفیہ کا موقع بآسانی مل جاتا ہے۔ چند دن قبل برطانیہ میں متعین آزاد کشمیر کے علاقے سے تعلق رکھنے والے مجسٹریٹ ایک انٹرویو میں بتا رہے تھے۔ کہ برطانیہ میں 98 فیصد مسائل نچلی سطح پر قائم کی گئی عدالتوں میں ہی حل کر دیئے جاتے ہیں۔ صرف دو یا تین فیصد مسائل سپریم کورٹ میں آتے ہیں۔ جنہیں پھر بآسانی حل کر لیا جاتا ہے۔

اس عدالتی نظام کو کرپشن سے پاک کرنے کے لئے موجودہ ''سپریم جوڈیشیل کونسل'' کو مزید فعال بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ بدعنوان اور راشی

ججوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکے۔

(4) پولیس کے نظام میں اصلاح:

انتظامیہ کسی بھی ملک کے نظام میں اہم حیثیت کی حامل ہوتی ہے یہ وہ ریاستی ستون ہے جس پر ریاست کے مجموعی ڈھانچے کا انحصار ہوتا ہے۔ کیونکہ مجرم تک پہنچ سب سے پہلے اس ادارے کے اہلکاروں کی ہوتی ہے۔ ہماری پولیس رشوت اور کرپشن میں دنیا بھر میں بدنام ہے۔ اس میں سارا قصور پولیس کا بھی نہیں ہے بلکہ والوں کو سہولیات نہیں سی جاتیں اور نہ ہی ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ نتیجتاً وہ بے چارے مجبوراً اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے حرام ذرائع استعمال کرتے ہیں۔

لہٰذا شرعی احتساب کے لئے ضروری ہے کہ پولیس کے نظام میں اصلاحات کی جائیں اور ان کی تنخواہوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ ان کے معیار زندگی میں بہتری کے لئے ان کو موزوں سہولیات بہم پہنچائی جائیں۔ نیز پولیس میں تعلیم یافتہ افراد بھرتی کئے جائیں۔ اور بعد ازاں مختلف تربیتی ریفریشر کورسز کے ذریعے ان کی نظریہ اسلام اور پاکستان سے وابستگی کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت کا اہتمام بھی کیا جائے۔

(5) بے لگام بیوروکریسی کی اصلاح:

بدقسمتی سے اس طبقے نے پاکستان کو بڑی بے دردی سے جی بھر کر دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے۔ جس کا جتنا دائرہ اختیار تھا اس نے دوسروں میں سبقت لے جانے میں فخر محسوس کیا ہے۔ ہماری حکومتوں میں بگاڑ کا بنیادی سبب بھی یہی بیورو

کریسی ہی رہی ہے۔ کرپشن میٹھے زہر کی طرح ان کے جسموں میں سرایت کر چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کئی آفیسر دیانتدار، محبّ وطن اور حلال کا لقمہ کھانے والے ہیں۔ لیکن اکثریت ان راشی افسروں کی ہے، جنہوں نے اقرباء پروری میں میرٹ کی تمام حدوں کو پھلانگ دیا ہے۔ مہذب اور جمہوری ممالک میں بیوروکریسی کو عوام کا خادم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک کے بے لگام بیوروکریسی عوام سے زیادہ شاہوں کی وفادار رہی ہے۔

افسر شاہی کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ

اولا میرٹ کو سلیکشن کے لئے بنیاد بنیا جائے۔

ثانیا کسی بیوروکریٹ کا کسی سیاسی جماعت سے عملاً کوئی رابطہ وغیرہ نہ ہو۔ نیز افسروں کی تنخواہوں میں اضافہ لیا جائے اور انہیں سہولتیں بھی مہیا کی جائیں تاکہ وہ ہوس زر سے محفوظ رہ کر خوش اسلوبی سے اپنا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

(6) اشیاء کی قیمتوں میں اعتدال اور ملاوٹ سے پاک اشیاء کی فراہمی:

چھوٹی بڑی منڈیوں میں ناپ تول اور ملاوٹ کے حوالے سے اگرچہ وزارت تجارت کی ذمہ داری ہے اور جزوی طور پر وہ "پرائس کنٹرول کمیٹیوں" کے ذریعے کچھ اقدامات کرتی بھی ہے۔ بعض امور محکمہ صحت اور بعض بلدیاتی اہلکاروں کے ذمہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ناپ تول میں کمی کی جاتی ہے۔ اور گلی سڑی اشیاء بھیجی جاتی ہیں۔ نیز کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ بھی کی جاتی ہے۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا واضح ارشاد گرامی ہے۔ "**من غش فلیس منا**" (جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے)

لہٰذا ضرورت اس امر کی ایک ریاست میں ملاوٹ سے پاک خالص اشیاء

کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ نیز منڈیوں میں باقاعدہ حکومت نگرانی میں ناپ تول کے سسٹم کو منصفانہ بنایا جائے۔

(7) نظام ٹیکس میں اصلاح کی ضرورت:

پاکستان میں ٹیکسوں کے نظام میں اشد اصلاح کی ضرورت ہے۔ ٹیکس کا بنیادی مقصد ڈھانچے کی مضبوطی کے ذریعے عوام کو ریلیف پہنچانا ہے۔ نہ کہ عوام کو ٹیکسوں کے بوجھ تلے دباتے چلے جانا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جب اسلامی ریاست کا چارج سنبھالا تو آپ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رحمۃ العالمین بنا کر بھیجا ہے۔ لگان وصول کرنے والا نہیں۔''

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام غیر ضروری ٹیکس معاف کر دیئے جائیں۔

(8) اخلاق باختہ فلم کلچر کا خاتمہ:

تہذیب و شائستگی کے منافی فلموں کی روک تھام کے لئے اگر چہ سنسر بورڈ موجود ہے، لیکن اس کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے۔ عریاں اور فحش فلمیں پاکستانی کلچر اور تہذیب کے ماتھے پر بدنما داغ ہیں۔ مغرب و بھارت کی ننگی تہذیب کی تقلید میں ہمارے فلم ڈائریکٹرز اخلاق کے اصولوں کا خون کرتے ہوئے ایسی ایسی فلمیں بناتے ہیں، جو انڈین فلموں کا چربہ ہوتی ہیں۔ نتیجتاً بھارتی نژاد سونیا گاندھی کو کہنا پڑا کہ ہم نے اپنی ثقافتی یلغار کے نتیجے میں دو قومی نظریہ کو پاش پاش کر دیا ہے۔ لہٰذا ان اخلاق باختہ فلموں کی روک تھام کے لئے باقاعدہ حکومتی سطح پر اہتمام ہونا چاہئے۔ ایسی فلمیں بنائی جائیں جو اسلامی و تاریخی کرداروں کو خوبصورت انداز میں پیش کریں۔ نیز

وہ مشرقی و پاکستانی کلچر کی ترجمان ہوں اور خلاف ورزی کرنے والے عناصر کو قرار واقعی سزا بھی دی جائے۔

(9) نقشہ جات کی منظوری:

منظور شدہ نقشوں سے ہٹ کر مکانات تعمیر کرنے والے عناصر کے خلاف قانون کو حرکت میں لایا جائے۔ اور خلاف ورزی کرنے والوں پر بھاری جرمانے عائد کرنے کے علاوہ انہیں سزائیں بھی دی جائیں۔

(10) امتحانی مراکز کی دیکھ بھال:

امتحانی مراکز میں نقل کی روک تھام کے لئے نظام وضع کیا جائے تاکہ صرف اہل لوگ ہی آگے آسکیں گے اور وہ ملک کی زمام اقتدار سنبھالنے کے قابل ہوسکیں۔

مصادر و مراجع

باب نمبر 1

۱۔ تاج العروس

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلوم فصل اوّل

۳۔ الحسب فی الاسلام صفحہ ۸ از امام تیمیہ

۴۔ لسان العرب بذیل مادہ از علامہ ابن منظور

۵۔ مقدمہ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ۱۶۔ از ڈاکٹر ایس۔ ایم ناز

۶۔ ایضاً

۷۔ تفسیر المنار آیت لتکن منکم از مفتی محمد رشید رضا

۸۔ احکام السلطانیہ ۲۳۱ از امام الماوردی

9.Hisba jurisdiction in the ahkam.ul. sultaniyya of Mawardi.

۱۰۔ احیاء علوم الدین جلد دوم ص ۳۱۲ طبع بیروت از امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۸ طبع بیروت از علامہ ابن خلدون

۱۲۔ الدولۃ ونظام الحسبہ عند ابن تیمیہ از پروفیسر محمد المبارک

باب نمبر 2.3

۱۔ ضیائے حرم ص ۱۹۔۱۸ اپریل 1997ء

۲۔ مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

باب نمبر 4

۱۔ سورۃ آل عمران

۲۔ صحیح مسلم بشرح النووی الایمان باب الامر بالمعروف جلد دوم ص ۲۲

۳۔ الصحیح البخاری بحاشیہ السندی جلد دوم ص ۱۶

۴۔ ضیائے حرم ص ۲۰ اپریل ۱۹۹۷ء

۵۔ ضیاء النبی ﷺ جلد چہارم ص ۵۶۰

۶۔ ضیاء النبی ﷺ جلد سوم ص ۳۲۹۔۳۳۰

۷۔ جامع ترمذی از امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

باب نمبر 5

۱۔ فتاوی ابن تیمیہ از امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ احکام السلطانیہ از الماوردی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ اسلام میں احتساب کا نظام از شہزاد شام

۴۔ اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام از ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

۵۔ سیرت رسول عربی ﷺ از علامہ نور بخش توکلی

باب نمبر 6

۱۔ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ص ۲۴۸ از ڈاکٹر ایس۔ ایم ناز
۲۔ حالات وزمانہ کی رعایت از مولانا تقی امین
۳۔ ایضاً
۴۔ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ص ۲۵۱ ڈاکٹر ایس۔ ایم ناز
۵۔ السنن الکبری جلد دوم ص ۱۵۷
۶۔ کتاب الخراج ص ۱۲۵ از امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

باب نمبر 7

۱۔ اسلام کا نظام امن ص ۱۰۳ از مفتاحی ظفیر الدین
۲۔ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ص ۲۵۳ از ڈاکٹر ایس۔ ایم ناز
۳۔ ایضاً
۴۔ ضیائے حرم ص ۲۳ اپریل ۱۹۹۷ء از ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
۵۔ تاریخ یعقوبی
۶۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی

باب نمبر 8.9.10

۱۔ ضیائے حرم ص ۱۹ اپریل ۱۹۹۲ء از ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً

زاویہ پبلشرز

۶/ مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ
لاہور۔ فون: ۷۲۴۸۶۵۷ — ۰۴۲
موبائل: ۹۴۶۷۰۴۷ — ۰۳۰۰

نام کتاب	مصنف/مرتب	قیمت
○ کشف العرفان	ڈاکٹر نور محمد ربانی	۱۴۰ر روپے
○ اللہ والے	ظہور الحسن شارب	۱۱۰ر روپے
○ اللہ والیاں	احمد مصطفیٰ صدیقی راہی	۱۱۰ر روپے
○ تاریخ مشائخ نقشبند	محمد صادق قصوری	۲۰۰ر روپے
○ افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم	محمد صادق قصوری	۹۰ر روپے
○ مکاشفات و روحانیات	پروفیسر عبدالصمد الصارم الازہری	۱۲۰ر روپے
○ کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہ	عبدالمصطفیٰ اعظمی	۷۵ر روپے
○ جنتی زیور	عبدالمصطفیٰ اعظمی	۱۲۰ر روپے
○ تاریخ ساز اقوال	رائے محمد کمال	۱۲۵ر روپے
○ اولاد کو سکھاؤ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی	ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی ترجمہ ڈاکٹر محمد مبارز ملک	۹۰ر روپے
○ اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ	ثریا بتول علوی	۱۰۰ر روپے
○ فیضانِ اویس	حضرت خواجہ نور الحسن تارک اویسی رحمۃ اللہ علیہ	۶۰ر روپے
○ تحفہ جوانی	ابنِ کرم	۶۰ر روپے
○ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	بشیر حسین چشتی نظامی	۷۰ر روپے
○ کشف المحجوب	حضرت داتا گنج بخش علی عثمان ہجویری	۱۶۰ر روپے
○ اسلام میں شادی کا تصور	از پروفیسر سعید احمد چشتی	۷۰ر روپے
○ ملفوظات و فوائدِ حضرت بندہ نواز گیسو دراز	خواجہ بشیر حسن چشتی نظامی	۱۰۰ر روپے
○ شیریں حکایات	محمد امین شرقپوری	۱۰۰ر روپے
○ گلدستہ احادیث	حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ بیربلوی	۹۰ر روپے
○ بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۹۰ر روپے
○ محفلِ اولیاء	حضرت علامہ شاہ مراد سہروردی	۱۵۰ر روپے
○ اسلام کی اخلاقی تعلیمات	حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۰ر روپے
○ تاریخِ اولیاء	حضرت خواجہ حسن چشتی نظامی	۱۷۰ر روپے
○ زُلف و زنجیر مع لالہ زار	علامہ ارشد القادری	۹۰ر روپے
○ القاعدہ	مقبول ارشد	۱۵۰ر روپے
○ تاریخ کے گمشدہ اوراق	علامہ نیاز فتح پوری	۱۴۰ر روپے
○ جنت کا میوہ	قاری محمد رمضان	۹۰ روپے
○ حضرت عثمانؓ کا عہدِ تاریخ	ڈاکٹر نور احمد	۸۰ر روپے
○ پیارے رسول کی پیاری باتیں	فیاض سعید	۸۰ر روپے
○ حضرت علیؓ کا دورِ خلافت	قاری محمد علی نقشبندی	۸۰ر روپے
○ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دورِ خلافت	علامہ خالد محمود	۸۰ روپے
○ حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت	علامہ خالد محمود	۸۰ روپے
○ اولاد کو سکھاؤ محبت اہلِ بیت کی	ڈاکٹر محمد مبارز ملک	۱۰۰ر روپے
○ منتخب حدیثیں	علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی	۸۰ 〃
○ شرح قصیدہ بردہ شریف	مولانا عبدالمالک	۶۰ 〃
○ قصص الانبیاء	احمد مصطفیٰ صدیقی	۱۰۰ 〃
○ سیدہ کا لال	علامہ راشد الخیری	۸۰ 〃
○ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	۸۰ 〃
○ اعجازِ قرآنی	عبدالمجید شاکر	۸۰ 〃
○ وظائفِ اشرفی	محمد علی حسین اشرفی	۸۰ 〃
○ سورۃ یٰسین		۳ 〃

پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں
فیاض احمد سعید
گلدستہ احادیث
کشف المحجوب
دلی کے بائیس خواجہ
قصص الانبیاء

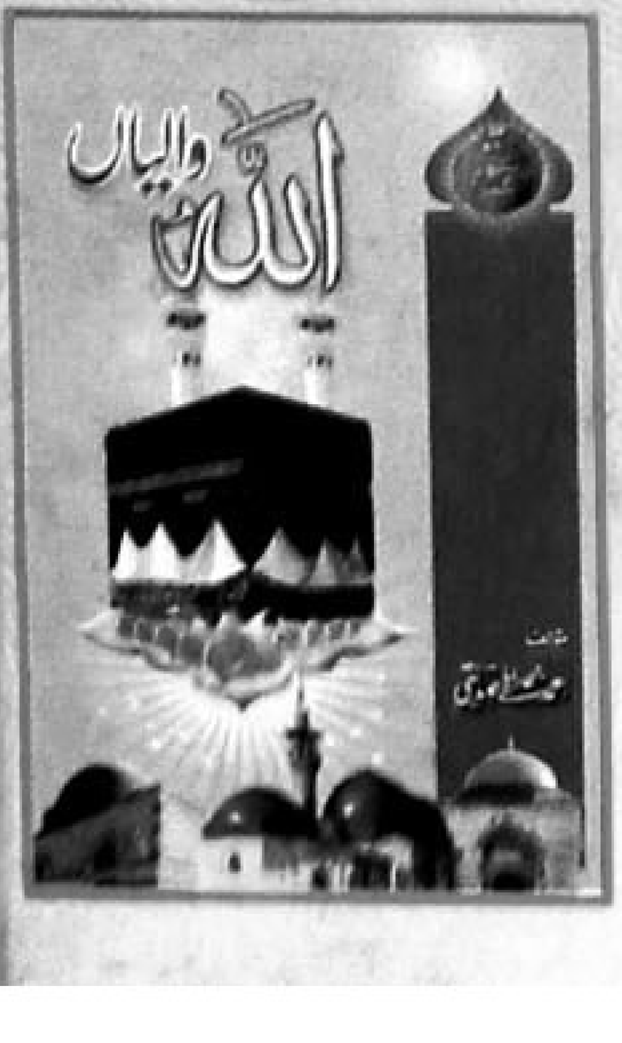
اللہ والیاں

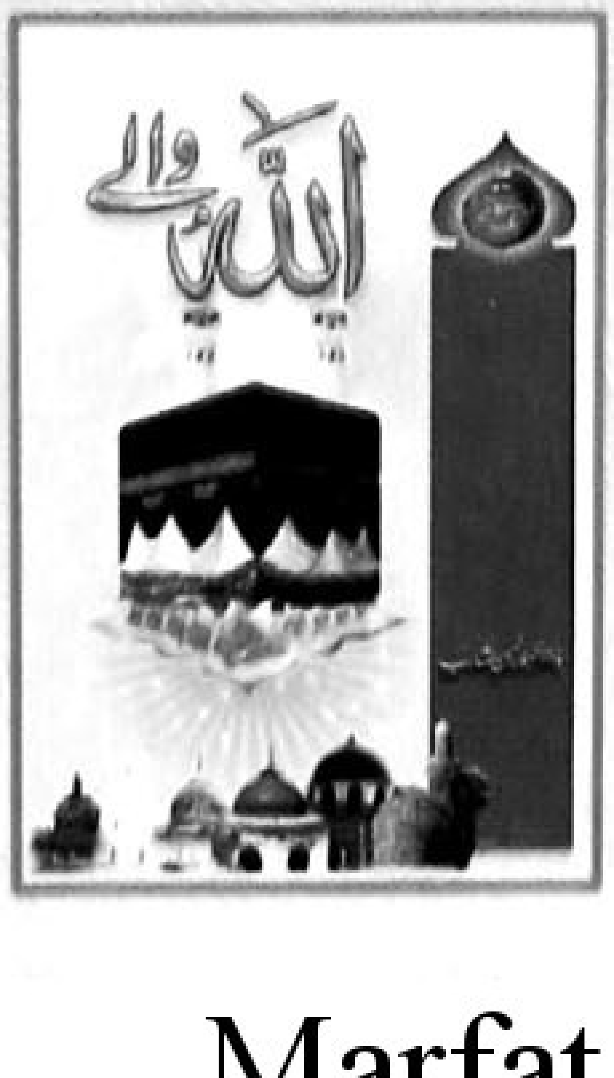

زاویہ پبلشرز

زاویہ پبلشرز

6 مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ - لاہور

Voice: 042-7248657
Mobile: 0300-9467047

Design by: Quality Graphics

پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں
فیاض احمد سید
گلدستۂ احادیث
کشف المحجوب
دلی کے بائیس خواجہ
قصص الانبیاء

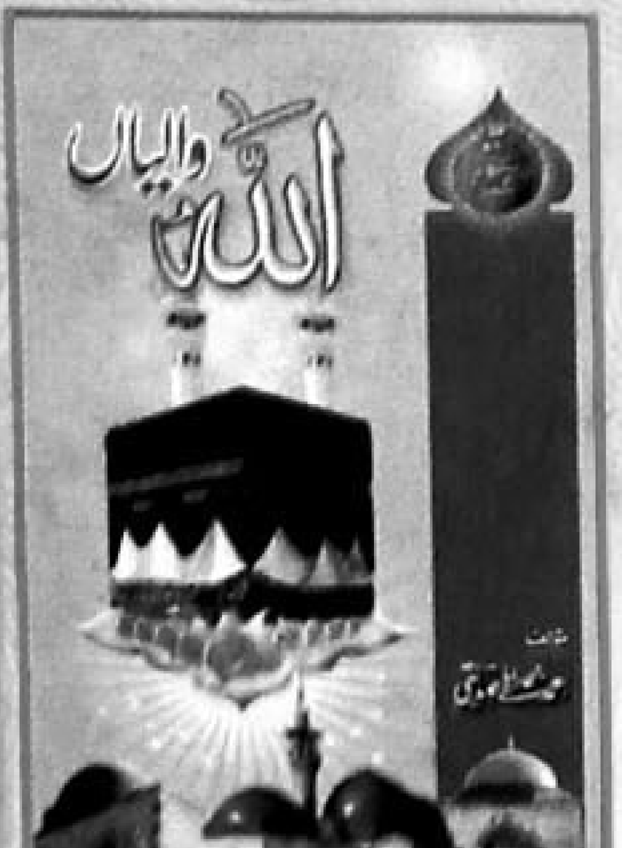
اللہ والیاں

زاویہ پبلشرز

زاویہ پبلشرز

6 مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ ۔ لاہور

Voice: 042-7248657
Mobile: 0300-9467047

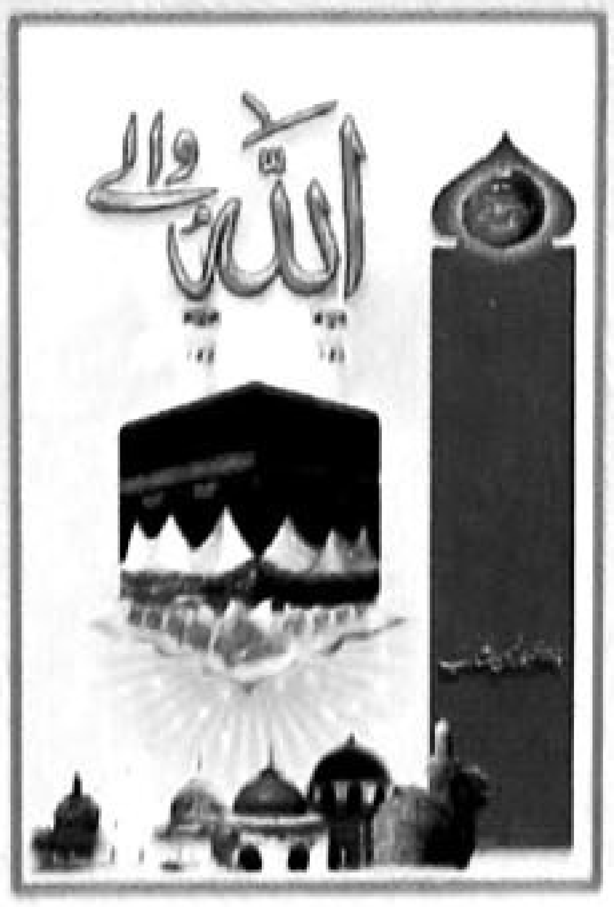

سیرۃ طیبّہ کی روشنی

پاکستان میں اسلامی نظامِ احتساب

(خد و خال اور لائحہ عمل)

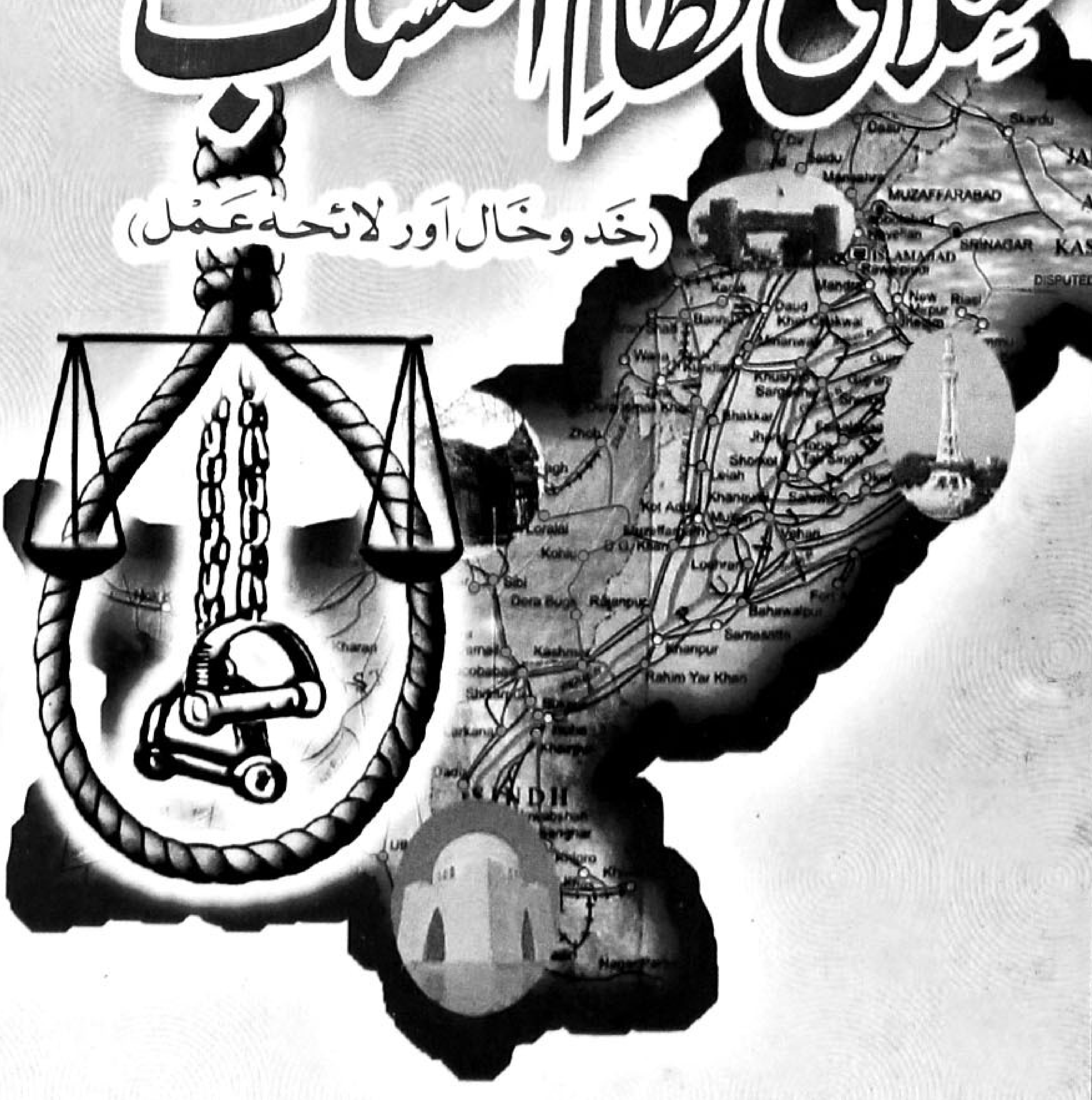
Skardu
MUZAFFARABAD
SRINAGAR
ISLAMABAD
DISPUTED
Bahawalpur
Khanpur
Rahim Yar Khan
Kharan
SINDH

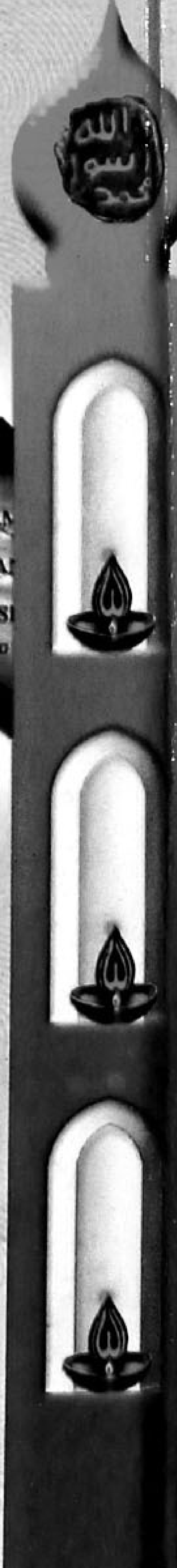

پروفیسر شہباز احمد چشتی